



بیچ سے بڑھکر کوئی دھرم نہیں

ہندو مذہب کی تائید

ک
INDEFENCE OF HINDUISM مشہور عالمہ عارفہ مسز اینی لینڈ صاحبہ کی کتاب

اردو ترجمہ عام فہم زبان میں مٹرجے گوپال لال - بی - اے - ایل - ایل
بی - سی نے عوام الناس کی رہنمائی کے لیے وقت عزیز صرف فرما کر
کیا اور مصارف برداشت کر کے چھپوایا ہے۔ اس ترجمے کے
پڑھنے سے وہ غلط خیالات جو ہندو مذہب کی نسبت پھیل رہی ہیں صفو دل سے
محو ہو جائیں گے اور فاضلہ مدوحہ کا ہر ہندو جسکو ذرا بھی عقل ہو منوں ہوگا

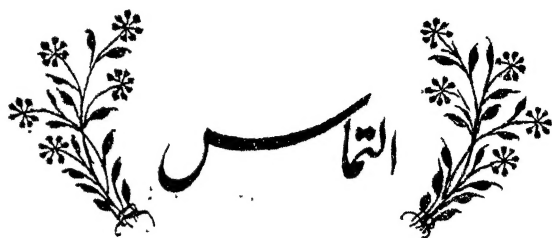
حکیم برہم کے اہتمام سے

مطبع حکیم برہم گورکھپو میں چھپی

حکیم برہم پرنٹر

بابو جے گوپال پبلشر

ہندو مذہب کی تائید



یہ کتاب مشہور عارفہ منہرانی بسنٹ کی کتاب (In Defence of Hinduism) کا ترجمہ ہے۔ اس کتاب کا مقصد ان نوجوانوں کو راہ راست پر لانا ہے جو اپنے مذہب کو محض دھوکو سلا اور گھر کی بڑھئیوں کی گرفت خیال کرتے ہیں۔ اس میں ثابت کیا ہے کہ مذہب کوئی سمجھتی اور غیر ضروری چیز نہیں ہے بلکہ اُسکے اصول اور مسائل قوانین قدرت کا حکم رکھتے ہیں اور انکی پابندی اسی قدر ضروری ہے جس قدر کہ قوانین قدرت کی جس طرح قانون قدرت کی خلاف ورزی کرنیوالے نقصان اٹھاتے ہیں اسی طرح مذہبی قوانین کی خلاف ورزی کرنیوالے بھی نقصان اٹھاتے ہیں۔ ہندو مذہب پر اکثر بے بنیاد اور اول جلول اعتراض کیے جاتے ہیں۔ انکو سنکر منہد نوجوان اپنے مذہب سے شرمندہ ہوتے ہیں اور اُسکی وقت اُنکے دلون میں

بالکل نہیں ہوتی۔ چونکہ اُنکو اپنے مذہب سے قطعی ناواقفیت ہوتی ہے
 اس لیے وہ اُن اعتراضات کو صحیح مان لیتے ہیں۔ اس کتاب میں لائق
 مصنفہ نے بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ ہندو مذہب کے جملہ مسائل جن پر
 لوگ ہستنت ہیں موجودہ سائنس سے صحیح ثابت ہو رہے ہیں۔ اس طرح پر
 ہندو نوجوانوں کو اُنکے مذہب کے متعلق ضروری باتیں بتائی گئی ہیں تاکہ
 وہ اب اپنے مذہب سے شرمندہ نہ ہوں بلکہ وہ اُسکو صحیح اور مفید طریقہ
 زندگی کا سمجھ کے اُسکے عامل ہو جائیں۔ چونکہ یہ کتاب انگریزی زبان میں بھی
 اس لیے اُسکی مفید روشنی عوام تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ مگر یہ روشنی
 ایسی ہے جسکی ضرورت اسوقت ہر شخص کو ہے۔ اس لیے میں
 یہ ہمت کی کہ اسکا ترجمہ زبان اردو میں کروں۔

ترجمہ کرنے میں زبان کا کچھ خیال نہیں کیا گیا ہے۔ صرف مفہوم کو
 ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لہذا ناظرین کی خدمت میں التماس ہے
 کہ غلطیوں پر خیال نہ کریں گے اور نشانہ کو سمجھ لیں گے۔

جے گوپال استھانا۔ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔

گورکھپور

پہلا باب

مورت پوجن

ہزار ماننے اور ہر قوم میں خواہ وہ وحشی ہو خواہ اعلیٰ درجہ کی شایستہ نہی پرستش کے وقت مورتوں کا استعمال ہوتا آیا ہے تمام شایستہ قومیں انکو دھیان میں مدد دینے کے واسطے استعمال کرتی آئی ہیں۔ لیکن کہیں تو مقامی اسباب کی وجہ سے اور کہیں اور عارضی اسباب کے باعث معدودے چند نے مورتوں کے استعمال کو ترک کر دیا ہے مگر یہ ترک محض ظاہری ہے۔ دراصل مورتوں کا استعمال ترک نہیں ہوا ہے، مثلاً تقریباً تین سو پچاس برس کا زمانہ ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے پراسٹینٹ فرقے کے ایک جزو نے مورتوں کا استعمال چھوڑ دیا۔ اسکی وجہ ہوئی کہ اس فرقے میں مورت پوجن کے متعلق بہت سی بد اعتقادات ان پھیل گئی تھیں جنکے دور کرنے کے واسطے انھوں نے انکی پرستش

ترک کر دی۔

اسی طرح یہودیوں نے اپنے گرد کی قوموں میں جاہلانہ بت پرستی کے خراب نتائج کو دیکھ کر مورتوں کا استعمال چھوڑ دیا حضرت محمد علیہ السلام نے جب دیکھا کہ انکی قوم تاریک بت پرستی میں ڈوبی ہوئی ہے تو انھوں نے اپنے پیروں کو ایسی بت پرستی سے باز رکھنے کے لیے تعلیم دی کہ وہ مورتوں نہ استعمال کریں۔

یہی حال ہندوستان میں بھی ہوا۔ جب یہاں بھی مورت پوجن بد اعتقادیوں کے جال میں پھنس گئی تو اُسکے خلاف کئی ایک فرقے مثلاً سکھ آریہ سماج۔ و برہموسماج پیدا ہو گئے جنھوں نے مورتوں کے استعمال کی قطعی ممانعت کر دی۔

لیکن انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ اُسکو پوجا کر نیکے واسطے کسی نہ کسی شکل یا تصویر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکا ثبوت یوں ملتا ہے کہ مورتوں کے استعمال کو چھوڑ دینے پر بھی یہودی کشتی (نوح) کو اہل اسلام کہہ کر اور سکھ گرنتھ صاحب کو پوجتے ہیں۔ اور جن فرقوں میں کوئی مادی بت نہیں پوجا جاتا ہے وہ بجائے اُسکے کوئی خیالی تصویر پوجتے ہیں

جب ہم دیکھتے ہیں کہ پرستش کے وقت موت استعمال کرنے کا طریقہ عام طور سے رائج ہے اور باوجود اس کوشش کے کہ وہ ترک کر دیا جائے وہ کسی نہ کسی شکل میں قائم رہتا ہے تو اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ فرد کسی ایسی حقیقت پر مبنی ہو جو قدرت میں موجود ہو پس یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسکو بڑے طور پر سمجھیں اور اگر کچھ تقاضے پیدا ہو گئے ہیں تو انکے دور کرنے کے تدابیر اختیار کریں کیونکہ جب جسکی بنیاد کسی ایسے واقعہ پر ہے جو قدرت میں موجود ہے تو اسکو جڑ سے اکھاڑنا ناممکن ہے۔ اگر اسکی ایک شکل تو طریقہ جانیگی تو وہ دوسری شکل اختیار کرے گا۔

اب یہ کہہ دیکھنا چاہیے کہ قدرت میں وہ کونسی بات ہے جس سے انسان کی طبیعت تین جہان پیدا ہوتا ہے کہ وہ پرستش کے وقت کوئی موت یا شکل استعمال کرے۔ بات یہ ہے کہ انسان اپنی محدود طاقتوں سے غیر محدود برہم یا جو ذات بنا ہی کو نہیں سمجھ سکتا ہے اگر اس موجود ذات نہ ہی کو بیان کرنے کی کوشش کی جائے تو صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ اُس میں فلان صفت نہیں ہو اُس میں فلان صفت نہیں ہو۔ نرگن برہم (برہم بلا اوصاف) نہ کسی کے خیال میں آسکتا ہو اور نہ کوئی اسکی بھگتی کر سکتا ہے اور نہ کوئی اسکی پوجا کر سکتا ہے۔ سگن برہم (برہم با اوصاف) یعنی اشیاء کو انسان خیال میں بھی لا سکتا ہے اسکی بھگتی بھی

کر سکتا ہو۔ اور اُسکی پوجا بھی کر سکتا ہے۔ اُسکے اوصاف کے ذریعہ سے ہم اُس تک پہنچ سکتے ہیں اُسکو محسوس کر سکتے ہیں۔ اُس تک پہنچنے کی ہم خواہش کر سکتے ہیں اُسکے قدموں پر ہم اپنے دل کو ڈال سکتے ہیں۔

اب دیکھنا چاہیے کہ مورت کیا چیز ہے مورت ایک ایسی شکل ہوتی ہے جس میں مختلف علامات کے ذریعہ سے ایشور کے اوصاف دکھائے جاتے ہیں مثال کے لیے وشنو جگوان کی مورت کو دیکھیے وہ نیلے رنگ کی ہوتی ہے جو آسمان کا رنگ ہے اُس میں چار بازو ہوتے ہیں جو ہر چار سمت کی علامت ہیں ایک ہاتھ میں ننگھ ہوتا ہے یہ پیداکرنیوالی آواز کی علامت ہے ایک ہاتھ میں اگلہ ہوتا ہے جو بادشاہی کی علامت ہے۔ چکر طاقت کی علامت ہے اور کنول روح اور مادے کو ظاہر کرتا ہے اس قسم کی شکلیں کائنات کے اعلیٰ طبقوں میں پائی جاتی ہیں اور جن بزرگوں نے ان شکلوں کو دیکھا ہے وہ اُنکی تصویریں اس دنیا میں انسان کو ایشوری طاقتیں اور اوصاف دکھانے کے واسطے بناتے ہیں۔ وشنو جگوان کی جو مورت ہم دیکھتے ہیں گویا وہ ایشور کی طاقتوں اور اوصاف کی مورت ہے اسی طرح بعض مورتیں ایشور کی اُس حالت کی ہوتی ہیں۔ جب وہ انسانی شکل میں ظاہر ہوتا ہے مثلاً سری

راچند رچی اور سری کرشن جی کی مورت - ایک و قسم کی بھی مورتیں ہوتی ہیں - یہ مورتیں ایسے بزرگوں کی ہوتی ہیں جو دیوتا یا دیوی کے نام سے مشہور ہیں مثلاً گنیش جی و درگا و کشمی کی مورت - لیکن ہر حالت میں مورت کے پوجا اس خیال سے کی جاتی ہے کہ وہ ایشور کا مظهر ہے اور یہ کہ وہ خاص شکل ایشور کو اس طرح پر ظاہر کرتی ہے کہ پوجا کرنے والے کا دل اُسکی طرف کھینچتا ہے -

قدرت کی دوسری بات جس پر مورت پوجن کی بنیاد ہے یہ ہے کہ تمام جگہ ایک ہی جان (روح) ہے اور وہ جان ایشور ہے وہ ہر جگہ ہے اور ہر چیز میں ہے پس اُسکی پوجا ہر جگہ ہو سکتی ہے - ایک درخت ایک پتھر ایشور کا مادی قائم مقام مانا جاسکتا ہے کیونکہ اُسکے اندر جو جان ہے وہ ایشور ہی ہے - جو شخص درخت یا پتھر کو حیثیت درخت یا پتھر کے پوجتا ہے وہ جاہل ہے - لیکن جو درخت یا پتھر کے اندر والے ایشور کو پوجتا ہے اُسکا پوجن ٹھیک ہے وہ مورت پوجا خراب ہے جو بجائے اندرونی جان کے ظاہر شکل کو پوجتی ہے لیکن جہاں ایسی پوجا ہوتی ہے کہ ایشور سب جگہ ہے اور اُسکی پوجا ہر چیز میں ہونی چاہیے یہی مورت پوجن ٹھیک ہے - جب ہم ایشور کی پوجا کرتے ہیں یا اسکا دھیان کرتے ہیں - تو ہم اپنے دماغ میں اُسکی ایک خیالی تصویر قائم کرتے ہیں یعنی ہم خیال کرتے ہیں کہ

وہ ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔ ہمارا حاکم ہے۔ ہمارا باپ ہے۔ ہمارا محافظ ہے
 وہ انصاف ہے وہ طاقت ہے۔ وہ محبت ہے۔ گویا ہم اُسکی ایک خیالی
 تصویر بناتے ہیں جسکو خیالی مورت کہنا چاہیے
 اور یہ صحیح ہے کہ بلا کسی قسم کی شکل کے نہ ہم اُسکی بوجا کر سکتے ہیں
 اور نہ ہم اُسکا خیال کر سکتے ہیں۔

اور اس خیالی مورت کو کوئی ایشور نہیں کہہ سکتا لیکن یہ خیالی مورتیں
 مٹی یا پتھر کی مورتوں سے زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان مٹی یا پتھر کی مورتوں کو
 کوئی ایشور نہیں سمجھ سکتا۔ مگر اپنی خیالی مورتوں کو اکثر لوگ ایشور سمجھنے لگتے ہیں
 ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک جوگی اپنے مندر میں بیٹھا پوجا کر رہا تھا۔ وہاں ایک
 پادری پہنچا۔ اُسے جوگی سے پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ جوگی نے جواب دیا کہ
 ایشور کی پوجا کر رہا ہوں۔ پادری نے کہا کہ آپ میرے ایشور کو کیوں نہیں پوجتے
 ہیں۔ اس پر جوگی نے کہا تو کیا بھائی دو ایشور ہیں۔ پادری نے سنکر نہایت خفیف
 ہوا۔ اور وہاں سے چلا گیا۔ یہ ایک معمولی واقعہ ہے لیکن اس سے ایک ا
 سبق حاصل ہوتا ہے یعنی یہ کہ خیالی مورت کی حالت میں انسان زیادہ تر غلطی کر سکتا
 ہے۔ کہ وہ اُس تصویر کو ایشور ماننے لگتا ہے

اب یہ دیکھنا ہے کہ مورت سے کیا فائدہ ہے۔ دھیان کرنے میں۔
اُس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اُس پر خیال جایا جاتا ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ تھوڑی
دیر تک اسکی طرف غور سے دیکھتا ہے اسکے بعد آنکھ بند کر لے اور خیال میں
اُس مورت کی شکل بنا کر اُس پر دھیان جائے۔ جیسے جیسے خیال (من) یکسو
ہوتا جائیگا ویسے ویسے ظاہری شکل غائب ہو جائیگی اور اُسکی اندرونی روح
(من) میں سہا جائیگی اور طبیعت (چت) کو خوشی (آنند) حاصل ہوگی۔
دوسرا فائدہ مورت سے یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک مقناطیسی مرکز کا کام
دیتی ہے۔ جن لوگوں نے بہت زیادہ روحانی ترقی کی ہے وہ اپنی روحانی
قوت کے ذریعہ سے مورت میں اُس دیوتا کی مقناطیسی قوت کا اثر پیدا کر دیتے
ہیں۔ جسکی وہ مورت ہے اس مورت کے سامنے بیٹھ کر پوجا اور دھیان کرنے
میں۔ بہت آسانی ہوتی ہے۔ دیوتا کی پاک اور تسکین دینے والی مقناطیسی قوت
اُسکی مورت کے چاروں طرف سولج کی کرنوں کی طرح پھیل جاتی ہے جس سے
یہ فائدہ ہوتا ہے کہ تھوڑی سی کوشش میں خیال (من) ساکت اور یکسو ہو جاتا ہے
اُس دیوتا کا جو بھگت ہوتا ہے وہ مورت کے سامنے بیٹھ کر پوجا اور دھیان کرے گا
اُس دیوتا کا خیال پوجا کرنے والے کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اس کے جواب میں

اپنی مورت کے ذریعہ سے لہریں بھیجتا ہے اس طرح پر وہ مقناطیسی اثر جو
 مورت کے ذریعہ سے قائم ہوا ہے برابر طاقت پکڑتا جاتا ہے۔ مورتوں کی اس
 حالت کو وہ لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے یورپ کے طریقوں کے مطابق
 مقناطیسی قوت کے حالات کو پڑھا ہے اور وہی لوگ مشرق کے حکما کی دانائی
 کی داد دے سکتے ہیں۔ کہ انھوں نے جو مورتوں کا استعمال جائز رکھا۔ یہ نہایت
 ہی سائنٹیفک اصول پر تھا۔ روحانی ترقی میں مدد دینے کے واسطے مورتوں کا
 استعمال جائز رکھا گیا ہے وہ لوگ نا سمجھ اور کوتاہ اندیش ہیں جو ان طریقوں کو
 بیکار سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایشور کو حاصل کرنے کے واسطے صرف ایک
 ہی طریقہ رکھا جائے بھکتی کا راستہ (مارگ) ایسا ہے جو سب لوگوں کو آسان
 معلوم ہوتا ہے اور اسلئے اسلئے کے چند مقامات پر مورتوں کا استعمال ضروری
 پایا گیا ہے۔

دوسرا باب

دیوتا پوجن

اکثر لوگ بے سمجھے بوجھے یہ عزت عرض کرتے ہیں کہ ہندو مذہب میں بہت سے دیوتا پوجے جاتے ہیں اس لیے وہ ادنیٰ درجے کا مذہب ہے لیکن تھوڑا غور کرنے پر یہ ظاہر ہو جائیگا کہ بجز ان مذاہب کے جن میں مادی خیالات کا زور ہے اور سب مذاہب میں ٹھیک ہندو مذہب کی طرح بہت سے دیوتا پوجے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ صرف ایک ہی وجود ہی ایک ہی جان ہے جس میں تمام مخلوق ظہور پذیر ہے۔ ایک وجود مطلق ہے اور باقی سب اس سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی پر منحصر ہیں صرف وہی ایک قائم ہے جسکو برہم کہتے ہیں اور جو دائم اور قائم ہے اس لیے متبرک کتابوں میں جس طرح انسان کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے اسی طرح دیوتاؤں کی پیدائش کا بھی ذکر ہے۔ دیوتاؤں کو بھی برہما نے پیدا کیا ہے وہ بھی قدرت میں اسی طرح موجود ہیں جس طرح انسان

موجود ہیں اور جیسے انسانوں کی موجودگی سے اُس وجود مطلق یا برہم کی وحدت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح ان دیوتاؤں کی موجودگی سے بھی اُسکی وحدت میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا ہے۔

عالم ظہور میں اُس وجود مطلق یا برہم کا اعلیٰ سے اعلیٰ ظہور سکن برہم یا ایشور ہے۔ وہی جہان کا مالک ہے اُسکو اس جہان کے واسطے تین طاقتوں کی ضرورت ہے یعنی پیدا کرنے کی طاقت۔ قائم رکھنے کی طاقت اور معدوم کرنے کی طاقت۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو تین شکلوں میں ظاہر کرتا ہے جسکو ترموری کہتے ہیں۔ اُسکے پیدا کرنے والی شکل سے دیوتا پیدا ہوتے ہیں جو پیدا ہونے کے بعد اُسکے رجبٹ یا کارکن ہوتے ہیں۔ یعنی وہ کائنات میں پیدا کرنے اور قائم رکھنے اور معدوم کرنے کا کام کرتے ہیں۔ یہ دیوتا مختلف درجن کے ہوتے ہیں۔ عالم ظاہر کے متعلق جو گروہ دیوتاؤں کا ہے۔ اُس میں سات درجے کے دیوتا ہیں۔ ہر ایک درجے کا ایک حکمران دیوتا ہے۔ منجلہ ان حکمران دیوتاؤں کے فی الحال صرف پانچ ظاہر ہوئے ہیں۔ اُنکے نام اندر۔ دایو۔ اگنی۔ ورن۔ اور کبیر ہیں۔ یہ نام کسی خاص دیوتا کے نہیں ہیں۔ بلکہ عہدوں کے نام ہیں۔ مثلاً جو دیوتا اندر دیو کے عہدے کا کام کرتا ہے وہ اندر کے

نام سے پکارا جاتا ہے اسی طرح ہر گو اکاش کے کئی ایک حکمران ہو ہیں۔
لیکن وہ سب صرف اندر ہی کے نام سے مشہور ہیں۔

(ناظرین کو مہابھارت کا وہ ذکر یاد ہو گا جہاں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ
پانچ اندر ایک ساتھ مہادیو جی کے سامنے آئے اُسین سے ایک تو حکمران
تھے۔ باقی وہ تھے جن کا عہد حکومت ختم ہو چکا تھا۔)

ان حکمران دیوتاؤں کی ماتحتی میں بیشمار دیوتا مختلف درجوں کے ہیں
جو تمام جہان میں پھرتے ہیں اور ایشور کی مرضی کے مطابق جہان کا کام
کر رہے ہیں اُنکے بعد اُن سے کم درجہ کے دیوتا ہیں جنکے تعلق ایک ایک
دنیا کا کام ہے پھر اُن سے کم درجہ کے بھی دیوتا ہیں جنکے تعلق ایک ایک ملک
ہو۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جنکے تعلق ایک ایک ضلع ہے۔ یہ جہان
کوئی بے معنی اور بے سلسلہ چیز نہیں ہے۔ یہاں ایسا نہیں ہے کہ ایک
طرف تو سلسلہ وار درجہ بدرجہ مخلوق جمادات نباتات حیوانات اور انسان
پائے جائیں اسکے بعد پچھلے میں ایک خالی میدان دکھلائی پڑے اور دوسری
جانب وجود مطلق یا برہم ظاہر ہو بلکہ یہاں نباتات سے لیکر وجود متعلق
تک ایک سلسلہ چلا گیا ہے جو کمین پر شکست نہیں ہوتا ہے یہ ظاہر جو لوگ انسان

اور ذات واحد کے بیچ میں جو خالی میدان دیکھتے ہیں وہ ان یوتاؤن کے سلسلے سے بھرا ہوا ہے اور اس طرح پر سلسلہ کہیں شکست نہیں ہوتا ہے ان مختلف میں جو ان کے دیوتاؤن کو جو انسان اور اپشور کے بیچ والے میدان میں پایے جاتے ہیں ہر مذہب نے مانا ہے۔ گو مختلف مذہبوں میں ان کے مختلف نام رکھے گئے ہیں۔ لیکن ان کے کام ہر مذہب میں یکساں بناے گئے ہیں۔ بودھ اور ہندو اٹکویوتا کہتے ہیں۔ پارسی۔ عیسائی اور مسلمان انکو فرشتہ کہتے ہیں۔ نام میں فرق ہونا کوئی بات نہیں ہے۔ انکا وجود ہر مذہب نے مانا ہے مشہور مصنف جان بون نے *John Bunyan* جو عیسائی مذہب کے پراسٹنٹ فرسٹے کا تھا فرشتوں کو اپنی کتاب میں چمکنے والی شکلیں لکھا ہے۔ ہندو اٹکویوتا کہتے ہیں اور دیوتا کے معنی بھی چمکنے والی شکل کے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ غالباً مشہور مصنف نے اٹکویوتا کے آئینہ سے دیکھا تھا۔ اس سے انکا یہ نام رکھا۔ تاکہ اس سے انکی شکل کا قیاس ہو سکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا دیوتاؤن کو پوجا کرنی چاہیے۔ ہاں۔ ضرور کرنی چاہیے۔ تھوڑی دیر کے واسطے ضرورتی کی پوجن کو چھوڑ دیجیے۔ ان دیوتاؤن کا خیال نیچے جکا تعاق عالم ظاہر سے ہے۔ خاصکر انکا جو انسان کی

ترقی میں مدد دیتے ہیں کسان کو اچھی فصل پیدا کرنے کے لیے علاوہ ذاتی محنت کے پانی اور دھوپ کی بھی ضرورت ہے یہ چیزیں اُسکے قابو کی نہیں ہیں۔ پس اس معاملہ میں اُن تو تاؤن کی مدد اور برکت کا خواستگار ہو گا۔ جن کے اہتمام میں پانی کا برسانا اور دھوپ کا کرنا ہے اگر اپنے سے زیادہ ہوشیار اور تجربہ کار کسانوں سے صلاح و مشورہ کرنے میں وہ کوئی گناہ نہیں کرتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ دیوتاؤن سے مدد مانگنے میں۔ وہ گنہگار سمجھا جائے۔ اُنکے علاوہ ایسے دیوتا ہیں جن کا تعلق خاص کر انسان کی ترقی سے ہے جو دوسرے نیامیں اور اُنکے بعد دیوتاؤن میں کرتا ہے۔ مثلاً گنیش جی۔ سرستی دیوی وغیرہ وغیرہ۔ یہ دیوتا ہمیشہ اُس شخص کو جو انکی مدد چاہے مدد دینے کو تیار رہتے ہیں۔ اُنکے علاوہ اور بہت سے دیوتا ہیں لیکن یہ مختصر بیان کافی ہے۔

جس طرح انسان اپنے سے اعلیٰ درجہ کے انسان کی عزت کرتا ہے اور اُس سے اپنی ضرورتوں کے واسطے مدد چاہتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اسی طرح پر وہ دیوتاؤن کی جو جامہ انسانی میں نہیں ہیں لیکن انسان سے برتر درجہ کے ہیں عزت نہ کرے اور اُنکے سامنے اپنی ضرورتوں کو پیش نہ کرے۔ اگر کسی کو کوئی عرضی دینا ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اُسکو براہ راست ہنشاہ

ہی کی خدمت میں پیش کرے۔ پہلے وہ عرضی حاکم ضلع کے یہاں جھانسنے کا قائم مقام ہے پیش ہوتی ہے جس طرح بادشاہ کے قائم مقام کے یہاں عرضی دنیا داخل بغاوت یا کشری نہیں ہے اسی طرح دیوتاؤں کی جو ایشو کو قائم مقام ہیں پوجا کرنا داخل گناہ یا بے دینی نہیں ہے۔ علاوہ برین عوام ایک ایسے حکمران کی جسکو وہ دیکھ نہیں سکتے۔ کوئی شکل نہیں قائم کر سکتے۔ جب انسان ترقی کرتا ہے تو وہ ایسے دیوتاؤں کی جنکا تعلق عالم ظاہر سے ہے۔ پریش چھڑ دیتا ہے کیونکہ اُسوقت اُسکو تجربہ سے یقین ہو جاتا ہے کہ دیوتا تو اپنا کام خود ہی کرتے ہیں اور جو کچھ وہ دیتے ہیں اُسکو بخوشی قبول کرتا ہے۔ یہ ضرورت نہیں ہے کہ کوئی اُن سے مانگے یا خواہش کرے۔ جب وہ کام کریں۔ جیسے لوط کا جب بڑا ہو جاتا ہے تو وہ اپنے باپ سے اپنی ضروریات کے واسطے تقاضا نہیں کرتا ہے۔ اُسکو تو پورا بھروسہ رہتا ہے کہ اُسکا باپ اُسکی سچی محبت کرتا ہے وہ خود اُسکے ضروریات کی فکر رکھے گا۔ اور اُسکو پورا کرے گا لیکن پوجا بھڑونے پر وہ اُنکی عزت اُنکے مرتبہ کے لحاظ سے ایسی ہی کرتا رہتا ہے اور دنیا کے واسطے جو کام وہ کر رہے ہیں اُسکے واسطے شکر گزاری کرتا ہے۔

جن دیوتاؤں کے تعلق انسانی ترقی ہے۔ وہ چونکہ ہر قسم کی مدد دیتے ہیں۔ دل کو روشن کرتے ہیں اور ہمیشہ تعلیم دینے کے واسطے طیار رہتے ہیں۔ اس لیے انکی پرستش بھی نہایت مناسب ہے۔ جو طالب علم کنیش جی ہمارا لاج یا سرتی دیوی سے دعا مانگتا ہے۔ اُسکا پڑھنا ان دیوتاؤں کی مدد سے آسان ہو جاتا ہے۔ اور سب لوگ ان مہربان بزرگوں (دیوتاؤں) کی سنگت میں اور انکی کرپا نہ مدد سے جو وہ کمزوروں کے ساتھ کرتے ہیں اپنی دوراننگی کو نہایت عمدگی کے ساتھ گزار سکتے ہیں۔ دینا ایسے مبارک مدگاروں سے بھری ہوئی ہے۔ اُس میں کوئی شخص اکیلا اور بے مددگار نہیں ہے۔ ہاں جو شخص رادنا اپنے آپ کو بے یار و مددگار رکھنا چاہتا ہے اُسکے لیے تو کوئی چارہ نہیں ہے۔ ورنہ اگر کسی انسان کو اُسکے بھائی بے یار و مددگار چھوڑ دیں تو وہ دیوتاؤں کو اپنا دوست بنا سکتا ہے جو اُسکو ہر طرح سے مدد اور تسلی دینے کے واسطے طیار ہیں۔

تیس ہندو نو جوانوں کو اس اعتراض کی وجہ سے کہ ہندو مذہب سے بہت سے دیوتاؤں کی پرستش ہوتی ہے۔ اپنے مذہب سے جو عقل سلیم پر مبنی ہے نفرت نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اُنکو اس پر خوش ہونا چاہیے

کیونکہ اس قسم کی پریشانی سے ہماری مدد کے واسطے یہ محبت کرنیوالے
 اور مہربان دیوتا ہاتھ بڑھائے رہتے ہیں۔ اور ہم کو ہر قسم کی تقویت
 دہتی ہے۔



تیسرا باب

ترمورتی یا تثلیث

بجز اسلام کے دنیا کے اور سب مذاہب میں عام اس سے کہ وہ قدیم ہون یا جدید۔ یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ایشور اپنے آپ کو دنیا میں تین مختلف شکلوں میں ظاہر کرتا ہے۔ یہ بڑا پُرانا مسئلہ ہے۔ اور چونکہ عام طور سے اُسکو مانا گیا ہے۔ اس لیے زیادہ تر قیاس اسکی صداقت کا ہوتا ہے۔ یہودیوں کے مذہب میں جو اسلام سے نزدیک تعلق رکھتا ہے عام طور سے اس ترمورتی یا تثلیث کے مسئلہ پر زور نہیں دیا گیا ہے۔ کیونکہ اُس وقت کے حالات ایسے تھے جن کی وجہ سے وحدت کے مسئلہ پر زور دینے کی ضرورت تھی۔ لیکن اُس مذہب کی عالماہ اور فلسفانہ کتابوں میں تثلیث کے مسئلہ کی پورے طور سے تعلیم دی گئی ہے۔

ایشور کا جو تعلق دنیا کے ساتھ ہے اُس پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کو اپنے آپ کو تین شکلوں میں ظاہر کرنا ضروری ہے کوئی دنیا ایسی نہیں ہے جو ہمیشہ سے ہو۔ ہر ایک دنیا کی ابتدا ہوتی ہے یعنی دنیا حادث ہے۔ دنیا پریش اور پُر اکرتی۔ یعنی روح اور مادے کے تعلقات کا عارضی انتظام ہے اور اُس عارضی انتظام کی ابتدا ہوتی ہے۔ اسکی ابتدا کرنے کے واسطے ایشور پیدا کرنے والے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایسی شکل کو اختیار کر کے دنیا کو پیدا کرتا ہے دنیا اُن اجزاء سے جو ہمیشہ سے موجود ہیں پیدا کی جاتی ہے۔ پیدائش کے بعد ایک ایسی طاقت کی ضرورت ہے جو دنیا کو قائم رکھے۔ اس غرض کے واسطے ایشور ایک دوسری شکل اختیار کرتا ہے۔ جسکے ذریعہ وہ دنیا کو قائم رکھتا ہے۔ دنیا میں نہ نئی تبدیلیاں ہوتی ہیں لیکن ان ظاہری تبدیلیوں کے باوجود ایشور اس صورت کے ذریعہ سے اسکی اصلی حالت کو قائم رکھتا ہے۔ چونکہ دنیا ایک عارضی چیز ہے اسلئے وہ ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی وہ پُرانی ہو جاتی ہے اور کام کے لائق نہیں رہتی۔ ایک وقت ایسا آتا ہے جب کنگی کی وجہ سے اُسکے ٹوڑنے لگی

ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے واسطے ایشورنیت کرنے والے کی شکل اختیار کرتا ہے۔ دنیا کے نیت ہو جانے کے بعد یہ تینوں شکلیں پھر ایک میں بدل جاتی ہیں۔ اور یہ زمانہ آرام کا ہوتا ہے۔ اس طرح پرائیور کے دن اور رات سلسلے وار ایک دوسرے کے بعد ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ گو دراصل یہ تینوں ایک ہیں لیکن پیدا کرنے۔ قائم رکھنے اور نیت کرنے کے کام جدا جدا ہیں۔ اس لیے تینوں شکلیں مختلف ہیں اور انھیں تینوں سکون کو تر مونی کہتے ہیں۔ پیدا کرنے والی طاقت کو برہما کہتے ہیں۔ انکی مورت میں چار چہرے بنائے جاتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر چار سمت کو دیکھتے ہیں۔ ان کے بیٹھنے کی جگہ مکمل کا پھول ہے۔ جب شری کرشن ہمارا لج نے ارجن جی کو اپنا وراثت روپ دکھایا تو اس وقت ارجن جی نے برہما کو مکمل کے آئین پر بیٹھے دیکھا۔ **ब्रह्माणामिश्र कमलासनस्थ** مکمل لوح اور مادے یا آگ اور پانی کی علامت ہے۔ اس لیے وہ برہما جی کے واسطے نہایت موزون نشست گاہ ہے۔ کیونکہ وہ لوح اور مادے سے دنیا پیدا کرتے ہیں۔

قائم رکھنے والی طاقت کا نام وشنو ہے۔ اسکا مطلب ہے
 کہ وشنو بھگوان ہر چیز میں سما کر اور ہر چیز میں موجود رہ کر دنیا کو قائم رکھتے
 ہیں۔ انکی مورت میں چار بازو بنائے جاتے ہیں۔ جنکا یہ مطلب ہے
 کہ وہ اپنے چاروں بازو چاروں سمت میں حفاظت کرنے کے واسطے
 پھیلائے ہوئے ہیں۔ دنیا میں جتنے اوتار ہوئے ہیں وہ سب وشنو
 بھگوان ہی کے اوتار ہیں۔ چونکہ انکا کام دنیا کی حفاظت کرنا ہوا اس
 لیے جب دنیا میں گناہوں کا زور ہوتا ہے اور اسکی حالت ابتر ہونے لگتی
 ہے تو وہ اس ابتر حالت کو مٹا کر امن و امان قائم رکھنے کے لیے اوتاروں
 کی شکل میں پیدا ہو کر اپنی حفاظت کر نیوالی طاقتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔
 نیست کر نیوالی طاقت کا نام شیو یا ہادیو ہے۔ اس نام کے معنی سکھ
 آرام اور خوشی کے ہیں۔ چونکہ ہادیو جی شکون کو مٹا کر اُنکے اندر کی
 جانوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اس لیے انکی شانتی سب میں
 سما جاتی ہے۔ اور سب جانیں ان کی حالت میں ہو جاتی ہیں۔ ہادیو
 جی کا نام جو نیست کر نیوالا رکھا گیا ہے۔ یہ سخت معلوم ہوتا ہے۔ اگر
 انکو آزاد کر نیوالا کہا جائے تو موزوں ہوگا۔ کیونکہ وہ (جانوں) کو کلیف سے

آزاد کر کے انکو آرام (سانی) دیتے ہیں۔ حاملہ بیوی کی مورت حتیٰ (فقیر) کی ہوتی ہے وہ شیر کی کھال اوڑھتے رہتے ہیں اور سانپ کے جسم میں لپٹے رہتے ہیں۔ انسان کا نفس مارہ مثل شیر کے ہے اسکا مارنا لازمی ہے۔ پس شیر کی کھال اوڑھنے کا یہ مطلب ہے کہ نفس مارہ کو مار کر اسکو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ سانپ عقل کی علامت ہیں اور انکو جسم میں لپیٹنے سے یہ مراد ہے کہ وہ بڑے عقیل ہیں۔ حتیٰ کہ مورت کا یہ مطلب ہے کہ دنیا کا کام صرف دنیا ہی کے واسطے کیا جاتا ہے وہ انسان کا اصلی مقصد نہیں ہے۔

عموماً وشنو بھگوان یا انکے اوتار ون مثل شری رام جی یا شری کرشن جی کی پوجا کی جاتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وشنو بھگوان ہی اس دنیا کے حاکم ہیں وہی اسکی قائم رکھتے ہیں۔ ہی مثل محبت پرے باب کے ہیں جو اپنے لڑکوں کی حفاظت کرتے ہیں اور انکی گزرواریوں کو ہمدردی کی نگاہ سے دیکھ کر دینے اور انکو طاقت پہنچانے کے واسطے طیارہ ہتے ہیں۔ ظالمی دنیا میں اور انسانی زندگی میں جو کچھ عہدگی اور خوبصورتی پائی جاتی ہے۔ وہ اُنھیں کے نور کا تھوڑا سا ظہور ہے۔ وہ ہی ہر

گھر میں اور ہر جگہ حفاظت کرنے والے ہیں۔ لیکن جیسا انسان کا دل دنیا سے ہٹنے لگتا ہے اور وہ زمانہ کی تیرنگیوں اور دنیا کی راحت و خوشی اور لہج و غم کا تجربہ کرتے کرتے تھک جاتا ہے تو اُس کا دل بجائے دشمن بھگوان کی بچانے والی ادائوں کے شیوہی کے سنجیدہ و تہیب حسن میں زیادہ لگتا ہے اور وہ بجائے مور کے پروں اور بانسری کے شیر کی کھال (باگمبر) اور سانپ کو زیادہ پسند کرنے لگتا ہے۔ یعنی بجائے اسکے کہ وہ دنیا کی دھوکہ دینے والی خوبصورت اور دلکش چیزوں میں اپنا دل لگائے۔ وہ اپنے نفس مارہ کو قابو میں کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ شیوہی جو گیون کے دیوتا ہیں۔ یہ اُن لوگوں کے دیوتا ہیں جو وان پرست اور سنیت آسرم میں ہیں۔ اُنکے بھگتوں کو شانتی ملتی ہے۔ ترمورتی کا دھیان کرنے سے جو خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اُن میں سے چند یہ ہیں۔ جو اوپر لکھے گئے ہیں۔

چوتھا باب

شری کرشن بھگوان

یہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جسکے ساتھ زیادہ محبت کی جاتی ہے اسکو زیادہ نفرت کی نگاہ سے بھی دیکھا جاتا ہے اس سلسلہ کی نمایاں مثال شری کرشن جی ہمارے ہیں۔ جب آپ اوتا لیکلاس زمین پر رونق افروز ہوئے اور اپنے اہلکین و جوانی کے معجزے دکھانے لگے۔ اُس وقت آپکے والدین گوا اور گوسایاں اور باندو انکو کیسی عزت بھری نگاہوں سے دیکھتے تھے اور کس محبت کے ساتھ انکی پرستش کرتے تھے۔ لیکن اُس وقت کینس شیش پال اور درلودھن کپو کس قدر نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اُس وقت سے آج تک ہندوستان میں کونسا ایسا نام ہے جسکو ہندوستان کے ہزاروں بوڑھے اور بچے۔ مرد و عورتیں اُسی قدر عزت اور محبت کے ساتھ لیتے ہیں

جس طرح کرشن ہماراج کا لیتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اسکے جب سے مذہب کا اثر کم ہونے لگا ہے۔ اس پاک نام سے بڑھ کر اور کسی نام کے ساتھ ساتھ بے ادبی نہیں ہوتی ہے۔

مغرب کے سرخی کرشن ہماراج حضرت عیسیٰ مسیح ہیں جس زمانہ میں وہ اس دنیا میں تشریف لگتے تھے اُس وقت انکی بھی زیادہ تر وہی حالت تھی جو سرخی کرشن ہماراج کی تھی۔ آپکی مان اٹھانے کی مرید اور چند تشریف اور کریم نفس عورتیں آپکی نہایت محبت کے ساتھ پرستش کرتی تھیں۔ لیکن جو لوگ قوم میں سربراہ رہے تھے وہ آپکو مقدس نفرت کے ساتھ دیکھتے تھے کہ انھوں نے بالآخر آپکو قتل کر ڈالا۔ اور اُس وقت سے ہزار ہا آپکو جان سے زیادہ عزیز مانتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں جو آپکو نفرت سے یاد کرتے ہیں اور آپکا نام بُرے الفاظ کے ساتھ لیتے ہیں۔

ہندو اور ابراہیمیوں کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں مشرقی اور مغربی دینی استادوں کے حالات میں بہت مشابہت ہے۔ یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح مشرقی تھے لیکن انکی تعلیم دین خاصہ مغربی ممالک میں پھیلی آپ مغربی اقوام کو فائدہ پہنچانے کے واسطے مخصوص کیے گئے تھے۔

کیونکہ مشرق میں کئی ایک نین کے معلم ہو چکے تھے جنھوں نے مشرق کے
لوگوں کو وہی باتیں سکھائیں جو حضرت مسیح نے مغرب کے لوگوں کو سکھائیں
ہندوؤں کے یہاں منوجی ہماراج ہوئے۔ سری راجندر ہماراج ہوئے۔
سری کرشن ہماراج ہوئے۔ اور بے شمار رشی ہوئے۔ انھوں نے
ہندوؤں کو مقدّر زیادہ باتیں سکھائیں کہ وہ ان سب پر عمل بھی نہیں کر سکتے
تھے۔ اور ایسے عمدہ الفاظ میں ان باتوں کو بیان کیا ہے کہ پھر بعد کو کوئی دُور
اُستاد اُس سے اچھا نہ بیان کر سکا۔ چینوں کے یہاں مشہور مرشد
لاوری *Lao Tze* ہو چکا تھا جو اپنی گہری عقل اور تمام مخلوقات کے
ساتھ رحمدلی کا بڑا واکرنے کے واسطے مشہور ہے۔ چینی۔ جاپانیوں۔
سیام والوں۔ برہما والوں۔ سیلون والوں اور تبت والوں کے ساتھ بودھ
بھگوان کے فیض تعلیم کا فائدہ اٹھا چکے تھے اور انکو اب کسی دوسرے
روحانی ہادی کی ضرورت نہ تھی۔ فارس والوں کے یہاں حضرت رشت
جواگ کے رُط کے تھے ہو چکے تھے۔ اب انکو کسی دوسرے روشنی
ہیونچانے والے کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ لیکن مغرب کی
نوجوان دنیا میں ابھی تک کوئی اُستاد کامل نہیں ہوا تھا۔ وہاں بن الہی

ایک استاد کی ضرورت تھی۔ اس لیے وہاں حضرت مسیح علیہ السلام بھیجے گئے۔

ان بڑے اور پاک استادوں کے پیروں کو چاہیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ویسا ہی محبت اور پیار کا برتاؤ رکھیں۔ جیسا کہ حقیقی بھائیوں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ خود ان کے استاد آپس میں ایسا ہی برتاؤ رکھتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ جب تک انسانی محبت پر روحانی اثر پڑے بطور سے نہیں پڑتا ہے اس وقت تک آپس میں حسد کا مادہ بہت رہتا ہے اور وہ اپنی محبت کی چیز کو ب سے اعلیٰ اور فائق سمجھتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا اس تک نہ پہنچ سکے۔ شری کرشن ہمارے لالچ کے پوچھے والے دوسرے لوگوں کو نہایت حقارت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور ان کو پیچھے کہتے ہیں۔ بودھ بھگوان کے پوچھے والے کہتے ہیں کہ سنگ سے جو لوگ باہر ہیں انہیں کوئی شخص مغفرت (دکوش) نہیں پاسکتا۔ اور حضرت محمد علیہ السلام کے پیروں کو لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ اسی طرح پر مختلف مذاہب کے پیرو ایک دوسرے کو کھانے کے واسطے طیار ہیں اور ایک دوسرے کو گالی دیکر ان کے دلوں کو زخمی کرتے ہیں۔

چونکہ ہندو مذہب عمر میں سب سے بڑا ہے اس لیے اسکو عمدہ مثال قائم کرنا چاہیے تاکہ جو مذہب اس سے چھوٹے ہیں وہ اسکی تقلید کریں۔ پس ہر ہندو لڑکے کو چاہیے کہ وہ کبھی کسی دوسرے مذہب یا فرقے کے آدمی کے واسطے تحقیر آمیز الفاظ نہ استعمال کرے۔ انسان کی عظمت اسی میں ہے کہ اسکی محبت کا دائرہ بہت وسیع ہو۔ نہ کہ اس میں کہ وہ غول کی اونچی کرسی پر بیٹھے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ شری کرشن مہاراج اور حضرت مسیح کے سوانح عمریوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی بہت سی باتیں مشابہتیں۔ اسکی وجہ ہے۔ ایسی پاک روحوں کی زندگی مثل معمولی آدمیوں کے نہیں ہوتی ہو۔ انکی زندگی کے زمانہ میں جو واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ وہ ایسے ہوتے ہیں جو ہزارانہ میں اور ہر ملک میں واقع ہوتے ہیں۔ اور عقلمند لوگ ان کی سوانح عمریان لکھتے ہیں تو وہ ان واقعات میں سے خاص خاص واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔ اور انکا ذکر کرتے وقت انکے تفصیلی حالات پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ بلکہ زیادہ تر اس اصل اور سچائی کو دکھاتے ہیں جسکی تعلیم ان واقعات کے ذریعے سے دی گئی ہے۔ اس امر پر خیال نہ کرنے کی

وجہ سے لاندہ ہیا ورجاہل لوگ جو بعد کو پیدا ہوئے تھے ان کے گڑبڑ میں پڑ جاتے
 ہیں اور اصلیت کو نہ سمجھ کر ان پاک و روح کو انہیں افعال کی وجہ سے جنگے
 ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی گئی ہے گالیان دیتے ہیں۔ سر ہی کرشن
 اور عیسیٰ مسیح دونوں کو ایسے لوگوں سے بہت گالیان ملی ہیں۔
 اب ان باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو ان دونوں پاک و روح کے
 سوانح عمری میں مشابہ ہیں۔ دونوں کی مائیں اپنی پاک دامنہ اور خدا پرستی
 کے واسطے مشہور ہیں۔ دونوں کے ساتھ اسوجہ سے کہ ان کے ایسا لڑکا پیدا
 ہونیوالا ہے۔ بہت سخت اور برا بڑا دکھایا گیا لیکن انکی امداد اس مصیبت میں غیب سے
 ہوئی۔ دونوں کی پیدائش کی پہلے سے پیشین گوئی ہو چکی تھی۔ اور جس
 ملک میں یہ پیدا ہونیوالے تھے وہاں کے حکمران نے انکو جان سے
 مار ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکامیاب رہے۔ دونوں لڑکپن ہی کے
 زمانہ سے نہایت عقیل تھے۔ دونوں نے اعلیٰ درجہ کی اخلاق کی تعلیم لی
 دونوں نے ایک ایک بظاہر مردہ شخص کو زندہ کیا۔ جو ایک بیوہ کا اکوٹا
 بیٹا تھا۔ دونوں نے اور کئی ایک معجزے دکھائے۔ مثلاً چند روٹی کے ٹکڑوں سے
 ایک جم غفیر کو پیٹ بھر کھانا کھلا دیا۔ دونوں نے بنی نوع انسان کے ساتھ

دو نون کی زندگی ظاہر اکلیمت و صیبت میں
 موت کے بعد کامیابی کے ساتھ بہشت میں
 داخل ہوئے۔

اصلیت یہ ہے کہ مقدس کتابوں میں ان دونوں سوانح عمریوں کا خاکہ ایک
 ہی ہے۔ گوہری کرشن ہمارا راج حضرت مسیح سے بہت قبل ہوئے تھے۔
 اس سے یہ نتیجہ لینا چاہیے۔ جیسا کہ عام طور سے لوگ غلطی کرتے ہیں
 کہ عیسائیوں نے جو حال لکھا ہے۔ ہندوؤں نے نقل کیا ہے۔ ان
 قدسی لوگوں کی زندگی کے واقعات بدھل ایک ہی ہوتے ہیں۔ اُسین جو کچھ
 فرق ہوتا ہے وہ صرف اس ملک و زمانہ کے ضروریات کے موافق ہوتا
 ہے۔ جسمیں اور جہان جسم لیتے ہیں۔ لیکن وہ ایک دوسرے کی نقل
 نہیں کرتے۔ اُنکا حال مثل اُن و دھرموں کے ہے۔ جو ایک ہی پہاڑ
 کی تصویر بناتے ہیں تصویریں دونوں یکساں ہوتی ہیں لیکن وہ ایک دوسرے
 کی تصویر سے نقل نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ ایک ہی پہاڑ کی تصویر بننے
 کی وجہ سے دونوں تصویریں یکساں ہوتی ہیں۔

پانچواں باب

شری کرشن بھگوان

کرشن بھگوان پر ایک بہت بڑا حملہ کیا جاتا ہے کہ اُنکے تعلقات گوپھیوں کے ساتھ نہایت قابلِ اعتراض تھے اور اسوجہ سے اُنکی شان میں بہت سخت باتیں کہی گئی ہیں۔ اُسکے جواب بہت ہیں اُنہیں سے بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

جنرل مانہ میں کرشن بھگوان اس میں پر رونق افزود تھے۔ اُس وقت یہاں اُنکے بہت سخت دشمن موجود تھے جو ان پر قہرسم کے حملے کرتے تھے اور قہرسم کے الزامات ان پر لگاتے تھے۔ لیکن انہیں سے کسی بھی اُنکی نسبت یہ الزام نہیں لگایا کہ عورتوں کے ساتھ اُنکے تعلقات ناجائز تھے۔ شیشال کی مثال بھیجی وہ کیسا سخت دشمن کرشن بھگوان کا تھا۔

اُس نے کیسے کیسے سخت الزام اپنر لگایا۔ اور کیسے کیسے ہانت
 آمیز کلمے اُنکی شان میں کہے لیکن اُس نے بھی اس قسم کا الزام اپنر نہیں لگایا
 ظاہر ہے یہ لوگ گویوں کے ساتھ تعلقات میں دراصل کوئی بات قابل
 اعتراض پاتے تو ضرور اس پر حملہ کرتے اور اُس کا بُرا اثر پڑتا۔ چونکہ اس قسم
 کا کوئی حملہ نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے بعض لوگ کہتے ہیں کہ دراصل اس لیلہ
 کا واقعہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بعد کو محض خیالی
 طور سے اس واقعہ کو بھی شری کرشن بھگوان کے تذکرہ میں اضافہ کر دیا،
 یا ایسا بھی ممکن ہے کہ بھاگوت پوران کے لائق مصنف نے اس مرکو
 ظاہر کرنے کے لیے کہ شری کرشن بھگوان انسان کی روح کے عاشق ہیں
 تشبیہاً اس قصہ کو لکھ دیا ہو اور اُس کے بعد کے زمانہ میں تاریخی واقعہ سمجھ لیا گیا۔
 بعض کا یہ خیال ہے۔ چونکہ گویاں شری کرشن کی معشوق تھیں۔ اس لیے
 وہ اپنے شوہرون پر اُنکو ترجیح دیتی تھیں۔ کیونکہ وہی اُنکے مالک تھے۔
 لیکن اس پر اعتراض عاید ہوتا ہے کہ اگر پیشور انسان کی شکل اختیار کرتے
 ہیں تو اُن کا یہ منشا نہیں ہوتا ہے کہ وہ اپنی مثال سے اُن اخلاقی قواعد کے
 خلاف ورزی کریں۔ جنکی اصولاً اُنکی جانب سے تعلیم دی گئی ہے۔

میری اسلے میں رہیں لیلا کا واقعہ صحیح ہے لیکن اسپر کوئی اعتراض
 نہیں ہے۔ کیونکہ جن حالات میں رہیں لیلا ہوئی وہ ہر شخص جانتا ہے اور
 وہ ایسے ہیں کہ جن سے کوئی خلاقی اعتراض کے خلاف نہیں پیدا
 ہو سکتا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ شری کرشن جی اس وقت محض بچے
 تھے۔ اُنکے ساتھ کوئی ناجائز تعلق نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ بلکہ اُنکے ساتھ
 اس وقت کسی ایسے خیال کا منسوب کرنا ہی ایک طفلانہ حرکت ہے اس پر
 اعتراض جڑ جاتا ہے کہ شری مدبھاگوت کی محبت اور جوش بھری عبارت سے
 جذبہ مباشرت کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن اس سے کچھ نہیں ثابت ہوتا۔ کیونکہ
 عبارت تو مصنف کی لکھی ہوئی ہے۔ اور اگر رہیں لیلا کے وہ دقیق معنی
 جو کہ میں آگے چلکر بیان کروں گی۔ صحیح ہیں تو ہم سمجھ جائیں گے کہ کتنے والے
 نے اُس انتہائی محبت کو جس کا وہ بیان کرنا چاہتا تھا۔ بیان کرنے کے لیے
 نہایت گر عجوبہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ہر زمانہ اور ہر ملت کے
 لوگوں نے اُس تعلق کو جو لیلا کے ذریعہ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ بیان
 کرنے میں۔ ایسے ہی الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اسکی ایک نمایاں مثال ہے
 جو بائبل میں ہے۔ اُسکی عبارت بھاگوت پران کی عبارت سے کہیں

زیادہ جوش بھری ہے۔ اس زمانہ کے لوگ اعتراض کریں گے کہ اس قسم کی عبارت کا استعمال عقل کے خلاف ہے لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس قسم کی عبارت ایسے موقعوں پر ہمیشہ سے استعمال ہوتی آئی ہو اور کبھی اس سے ناپاک خیالات ظاہر کرنے کا ارادہ نہیں کیا گیا ہے۔

ایک جواب یہ بھی ہے کہ لیلا کہہ زمین پر نہیں ہوئی، کیونکہ یہ صاف طور سے بیان کیا گیا ہے کہ گوپ ہی سمجھتے تھے کہ اُنکی بیویاں برابر ان کے ساتھ رہتی تھیں لیکن یہ جواب قابل اطمینان نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شری کرشن کی ”مایا“ کا نتیجہ ہے جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ گویا ان دراصل شری کرشن کے پاس تھیں اور اُن کے شوہر سندھ سمندر میں لے چلے گئے۔ ان کے خیال کرتے تھے کہ اُنکی بیویاں خود انھیں کے پاس تھیں۔

صحیح جواب یہ ہے کہ شری کرشن بھگوان اوتار تھے۔ انھوں نے اپنے زمانہ میں بہت بڑے امروں کی تعلیم بذریعہ اپنے اعمال کے دی منجملہ اسکے ایک اصول یہ بھی عملی طور سے سکھایا۔ کہ حیو اتما (روح انسانی) کو ایشور کا سچا اور پورا پریم یعنی (عشق) ہونا چاہیے۔ اور جو دنیاوی چیز

اس پریم یا عشق میں تفرقہ ڈالنے والی ہو اسکو ترک کر دینا چاہیے انسان کی
 تعلقات میں جسقدر محبت و عشق ہے وہ سب اس پاک و صلی محبت کے
 ذرائع ہیں۔ جو جیو آتما کو ایشور کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اگر وہ صلی محبت کے
 راستہ میں رکاوٹ ثابت ہوں تو اٹکا ترک کرنا مناسب ہے۔ عورت مزدکی
 محبت کو ہمیشہ سے مانا گیا ہے کہ وہ جیو آتما اور ایشور کی محبت کے
 ادنیٰ درجہ کی شکل ہے۔ جس طرح سے عورت اپنی نفس کو بھول کر اپنے
 آپ کو اپنے مرد کی خدمت میں محو کر دیتی ہے۔ اُسی طرح جیو آتما کو بھی اپنے
 آپ کو ایشور کی بھگتی میں محو کر دینا چاہیے۔ اس سبق کی تعلیم سری کرشن کو
 دینا تھی۔ اُنھوں نے یہ تعلیم ایسے طریقہ میں دی کہ جس پر اعتراض نہ ہو سکے
 یعنی اُنھوں نے اپنے بچپن کے زمانہ میں یہ تعلیم دی اور ایسے لوگوں کے
 ساتھ جو معمولی لوگ نہ تھے۔ بلکہ وہ بنزیرہ دیوتاؤں کے تھے۔ وہ لوگ
 پچھلے زمانہ میں سری کرشن کے بھگت تھے۔ اور اس زمانہ میں وہ لوگوں
 کی شکل میں اس معرض سے پیدا ہوئے تھے کہ وہ اپنے مالک کے ساتھ
 سچی محبت کا برتاؤ کریں۔ گوپ و رگو بیان جو بھجن سری کرشن کی تعریف
 میں گاتے تھے۔ اُسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُنکو ایشور کا اوتار

سمجھتے تھے۔ یہ کچھلے جنمون کے ایشور کے بھگت جواب گوپیوں کی شکلوں
 میں پیدا ہوئے تھے اپنے پیالے کرشن کو ڈھونڈتے ہیں۔ کرشن جی چھپ
 جاتے ہیں اور وہ محبت کے جوش میں تلاش کرتے ہیں۔ اس واقعے سے
 سرسری کرشن نے تعلیم دی کہ جیو کو ایشور کی محبت حاضر۔ غائب۔ ہر جا
 میں گزرا چاہیے۔ اسکے بعد سرسری کرشن ہمارا چ پھر اپنا جلوہ دکھاتے ہیں
 اور ایک سے ایک ہو کر ہر دو گوپیوں کے پیچ میں آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں
 یہ کیا ہے۔ اس سے تعلیم دی گئی ہے۔ کہ جو جیو اتنا ایشور کی سچی محبت
 کرتی ہے۔ اسکے پاس ہ پورن سروپ سے آتے ہیں۔ اور ایسا معلوم
 ہوتا ہے کہ ایشور پورن سروپ میں صرف اُسی کے واسطے موجود ہیں۔
 سرسری مد بھاگوت میں مذکورہ بالا واقعے کا ذکر ہے اور اگر ان کے والے
 نے اُس نہتے سرسری اور وجد کی حالت کو جو جیو اور ایشور کے پورے
 طور سے بل جانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ بیان کرنے میں جوش
 بھری عبارت استعمال کی تو اُس کو ہرگز یہ خیال نہیں پہنچا ہوا ہوگا کہ آئندہ حکمران
 کسی نامہ میں لوگ اس پاک اور متبرک لڑکے کو جو اپنے بہت سے بھگتوں
 سے ملنے کے واسطے ایک سے کئی ایک ہو گیا۔ اس قدر ذلیل

کرین گے کہ اُس کو زانی اور عیاش سمجھنے لگیں گے۔

اگر اُس واقعہ کو حرف بحرف صحیح سمجھا جائے تو اسکے کل امور پر لحاظ کرنا چاہیے۔ اس میں جو صل ایک طرف ہے وہ پورا مرد نہیں ہے بلکہ لڑکا ہو اور وہ بھی ایک معمولی لڑکا نہیں بلکہ ایسا لڑکا ہے جو ایک سے کئی ایک ہو سکتا ہے اور بقیہ ایک طرف رشی لوگ ہیں۔ جنھوں نے عورتوں کی شکل میں جنم لیا ہے۔ وہ نفسانی خواہشات کے غلام نہیں ہیں۔ اب ان امور کو جو انسانی طاقت سے باہر ہیں نظر انداز کر کے کل قصہ میں سے صرف یہ بات منتخب کر لیا کہ سری کرشن محض ایک معمولی شخص تھے اول وہ اپنے دوستوں کی بیویوں کو جو مثل معمولی عورتوں کے تھیں اُن کے گھروں سے نکال لاتے تھے۔ بڑی زیادتی ہے۔ یہ طرز تو صرف حملہ کر نیوالے کی ہونا چاہیے۔ لیکن جسکو انصاف کی نظر سے دیکھنا ہے اُسکو کل امور پر غور کرنا چاہیے۔ اس قصہ کے ذریعہ سے سچی محبت کا اعلیٰ مسئلہ تشبیہاً کرۂ زمین پر عملی طور سے دیکھا گیا ہے۔

دوسرا قصہ جس پر اعتراض کیا جاتا ہے یہ ہے کہ ایک مرتبہ گوپیان دریا میں تنگی نہاتی تھیں۔ شری کرشن نے اُن کے کپڑے جو کنارے پر

رکھے تھے اٹھالیے اور انکو مجبور کیا کہ وہ تنگی پانی میں سے محل آئیں۔
 اس قصہ سے تشبیہا وہ طریقہ ظاہر کیا گیا ہے جس طریقہ میں جیوتما شیوا
 کے حضور میں داخل ہوتی ہے علاوہ اسکے یہ بات اسوقت کی بیان کیجاتی
 ہے جب شری جگوان کی عمر پانچ سال کی تھی۔ اس عمر میں کسی قسم کا شہوت
 انگیز خیال آنا ہی ناممکن ہے۔

قصہ مذکورہ بالا اس بڑے اصول کی تشیل ہے کہ ہر شخص کے
 زمانہ زندگی میں ایک وقت آتا ہے جب کہ وہ ایشور کو تلاش کرتا ہے اور
 اگر وہ ایشور کو پا پا چاہتا ہے تو اسکو چاہیے کہ وہ کل دنیاوی چیزوں کو
 ترک کر دے جیسا کہ عیسائی مذہب کے ایک رسیدہ بزرگ نے فرمایا ہے۔
 ”تنگی روح یسوع کی پیروی کر سکتی ہے۔“ دنیا دار آدمی اس قصہ پر اسی
 طرح اعتراض کریگا۔ جیسا کہ وہ ترک دنیا پر اعتراض کرتا ہے۔ لیکن جو
 لوگ تارک الدنیا ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ وہ اس قصہ کی عمدگی کو
 محسوس کریں گے۔

انجیل میں تحریر ہے ”مادی انسان کی حالت کی باتوں کو نہیں
 سمجھتا ہے وہ اسکو بیوقوفی کی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور نہ وہ انکو جان سکتا ہے“

کیونکہ وہ بایتن روح کے ذریعہ سے جانی جاتی ہیں۔“

اس مسئلہ کی تصدیق شری کرشن پر اہتام لگانے والوں کی حالت میں ہوتی ہے۔ ان قصوں میں جو روحانیت کا جزو ہے اُس کو لوگ بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اسی سے روحانی علم عوام کے واسطے ہمیشہ پوشیدہ علم (گیت ودیا) رہیگا۔ لیکن ساتھ ہی اُس کے خندہ سچنے والے بھی ہوا کریں گے۔

چھٹا باب

شری کرشن بھگوان

ایک ور بھاری الزام سری کرشن پر یہ ہے کہ انھوں نے لوگوں کو غلط کام کرنے کی ہدایت کی۔ اور اس طرح پر انکو بجائے اخلاق سکھانے کے انکو بد اخلاق کر دیا۔ اس الزام کی تائید میں ایک واقعہ مہا بھارت کا پیش کیا جاتا ہے۔ یہ وہ واقعہ ہے جب بد ہیشرجھوٹھ بولے تھے۔ اس واقعہ کے تفصیلی حالات حسب ذیل ہیں۔

کر وکشر کے میدان میں چودہ روز سے سخت لڑائی ہو رہی تھی اور پندرہویں روز راجن اور اُن کے گرو دونوں میں مقابلہ ہو رہا تھا۔ دونوں پر لڑنے والے تھے اس لیے ایک کو دوسرے پر غلبہ نہیں ہو رہا تھا۔ بالآخر جھوٹھو کر اس لڑائی ملتوی کر دی گئی۔ اسکے بعد شری کرشن نے

صلاح دی کہ کوئی شخص یہ غلط بیان کرے۔ کہ اسوت تھا مارا گیا۔
 بات یہ ہے کہ اسوت تھا مارڈرون کے لڑکے کا نام تھا۔ اور خیال یہ تھا
 کہ اگر ڈرون کو یہ یقین ہو جائیگا کہ اُسکا لڑکا مارا گیا تو وہ لڑائی بند کر دیگا۔
 ارجن نے جو شری کرشن کا خاص اور مقبول چیلہ تھا۔ اس طرح جھوٹ
 بول کر فتح حاصل کرنا پسند نہیں کیا۔ گو دشمن کے مقابلہ میں اس طرح کی
 چال چلنا اصول جنگ کے مطابق جائز ہے لیکن ارجن نے ایسی کامیابی کو
 خلاف شان سمجھا۔ یہی اس خیال کے نہیں تھے۔ اُنھوں نے اسوت تھا مارا
 نامی ایک ہاتھی مار ڈالا۔ اور ڈرون سے چلا کر کہا کہ اسوت تھا مارا گیا۔
 لفظی رعایت سے یہ بیان صحیح تھا۔ لیکن واقعہ کے لحاظ سے غلط تھا۔
 یہ سنکر ڈرون کچھ عرصہ تک تو پریشان رہا۔ لیکن بعد کو اُس نے کہا کہ میں اس
 خبر کو اسی وقت صحیح مانوں گا جب بدھسٹر اسکی تصدیق کریں کیونکہ پوتین
 تھا کہ بدھسٹر کو اگر تینوں لوک کی بادشاہت دی جائے تو بھی وہ جھوٹ نہیں بولے گا
 لیکن بدھسٹر کو جھوٹ بولنے میں تامل تھا۔ اور حالت یہ تھی کہ پندرہ روز سے
 خوب گھمسان لڑائی ہو رہی تھی۔ ڈرون کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا تھا۔ اول
 پاڈرون کی فوج رفتہ رفتہ کم ہو رہی تھی۔ بدھسٹر ویش کی حالت میں تھے

اُسوقت شری کرشن نے جو اُنکے نزدیک کھڑے تھے صلاح دی۔ کہ
 اسوقت تھام مارا گیا ہے۔ کہدیا جائے۔ بدھٹرنے اس صلاح کی بنیاد لیکر
 کہدیا کہ اسوقت تھام مارا گیا۔ اور دھیمی آواز سے اس فقرے کے بعد
 ہاتھی کا لفظ بھی اضافہ کر دیا۔ یہ دلیل حرکت تھی یعنی اس سے لفظوں کے
 اعتبار سے صحت کو قائم رکھ کر ایک صریحی جھوٹ کا فائدہ اٹھایا گیا۔ واقعہ
 مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ شری کرشن نے جھوٹ بولنے کی صلاح
 دی اور منجملہ دیگر واقعات کے یہ واقعہ اس غرض سے پیش کیا جاتا ہے کہ
 اس قسم کے واقعات کی بنا پر سری کرشن پر مذکورہ بالا اتہام لگایا جاتا ہے۔
 اس کا جواب یہ ہے کہ ایشور اس قسم کی آزمائشوں کے ذریعہ سے جانچتا
 ہے۔ کہ آیا وہ لوگ جو درجہ کمال کے قریب پہنچ گئے ہیں لیکن جنہیں
 تھوڑی تھوڑی انسانی کمزوری باقی ہے۔ نیکی کی راہ میں ثابت قدم
 ہیں یا نہیں۔ ایسے بزرگوں کے ذریعہ سے جنگی ہدایت کے وہ لوگ
 امیدوار رہتے ہیں۔ ایشور جانچتا ہے کہ ان لوگوں کی راستبازی میں
 کہاں تک اصلیت ہے۔ وہ اصول کے کہاں تک پابند ہیں۔ نیکی کی
 راہ میں کہاں تک ثابت قدم ہیں۔ اور اصلیت اور غیر اصلیت میں کہاں

صحت کے ساتھ تیز کر سکتے ہیں۔ ایشور جو عموماً اورون کے ذریعہ سے کرتا ہے وہ اُسے خود شری کرشن کا اوتار ہو کر کیا۔ اُسے تینوں پاٹروں کی جو اس کے پیالے بھگت تھے آزمائش کی لیکن صرف رجن امتحان میں بکا نکلا۔ وہ سچ پر قائم رہا۔ بدھٹر کی اندرونی کمزوری آزمائش کے وقت ظاہر ہو گئی۔ اور اُنکو اسکی وجہ سے تکلیف اٹھانا پڑی۔ لیکن اس تکلیف نے اس کمزوری کو دور کر دیا۔ اور پھر جب زندگی کے ختم پر اُنکو پھر اسی قسم کا موقع پیش آیا یعنی جب ایک دیوتا نے اُن سے کہا کہ وہ ایک کتے کو جو اُنکی پناہ میں آیا تھا اپنی پناہ سے باہر کر دیں۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ اگر دعا بازی سے بہشت بھی ملے تو بھی اس قسم کا کام نہیں کروں گا۔ اس طرح ایشور ہماری محبت سے آزمائش کرتا ہے تاکہ ہم درجہ کمال کو پہنچ جائیں۔ اور راستی پر ثابت قدم ہو جائیں۔ سری راجندر کے باپ نے حکم دیا کہ وہ راج چھوڑ کر جنگل کو جائیں۔ سری راجندر جی اس آج پانے کے مستحق تھے۔ اُنکے گرو نے اُنکے باپ کے حکم کے خلاف حکم دیا کہ کہ وہ اپنے جائز حق کو لین۔ اور سلطنت کریں۔ لیکن اُنھوں نے انکار کیا۔ پھر انھیں گرو نے بھرتھ کو حکم دیا۔ کہ وہ راج کریں۔ اُنھوں نے بھی انکار

کیا۔ ان سب اوقات کا حاصل یہ ہے کہ ایشور نے سری راجندر اور
 اور بھرت کی عملی مثال کے ذریعہ سے اور سری کرشن کے زبانی مشورہ
 ذریعہ سے اس امر کی تعلیم دی کہ انسان کو ہمیشہ سچائی کی راہ پر چلنا چاہیے
 اور خواہ کیسا ہی بزرگ کیوں نہ ہو اگر وہ اُس اہ کے خلاف چلنے کا حکم
 دے۔ تو اُس پر عمل نہ کرے ایشور انسان کو تعلیم دینے اور اُس کو درجہ کمال تک
 پہنچانے کے واسطے بغیر ضائع اس قسم کی آزمائشیں کرتا ہے اور اُسی
 خیال سے کرشن بھگوان نے بھی بدھسٹر کی آزمائش کی۔

عام لوگ زیادہ تر الفاظ اور ظاہری باتوں پر جاتے ہیں اور سیوجھ
 سے وہ غلط رائے قائم کرتے ہیں۔ اصلیت یہ ہے کہ صرف مقبول
 لوگوں کی خاص آزمائشیں ہی نہیں بلکہ عام لوگوں کی آزمائشیں اور
 امتحانات بھی ایشور کی مرضی اور ہدایت سے ہوتے ہیں۔ وہ ان
 سب کا باعث ہوتا ہے۔ اُس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ ہم لوگ ترقی کریں
 سری کرشن کا خیال کرتے وقت ہکویا درکھنا چاہیے کہ وہ ایشور بھگوان
 اُنھوں نے انسانی شکل اختیار کی تھی۔ اُنکے بہت سے کام ایشور کے
 کام تھے نہ کہ انسانی کام۔ اُنکے کاموں کی بابت رلے قائم کرنے میں

ہم لوگ یہی غلطی کرتے ہیں۔ اُنکے کارناموں سے پتا چلتا ہے کہ ہم
لوگوں میں جو کمزور یا نادر دنیاوی چیزوں کی محبت ہے۔ وہ سب
انہیں کی پیدا کی ہوئی ہے اور وہ ہمارے فائدے کے واسطے ہیں۔
بائبل میں بھی بالکل ایسی ہی تعلیم دی گئی ہے۔ ذکر ہے کہ خدا کے
پاس ایک جھوٹے بوسے والی روح نے آکر یہ درخواست کی کہ وہ ایک
بادشاہ کو قریب دینے کے واسطے جانے کو طیار ہے۔ خدا نے اُسکو
حکم دیا کہ وہ جا کر بادشاہ کو قریب دے۔

(کنگز باب ۲۲ حصہ ۱۹ و ۲۰) شری کرشن کے فعال کا ٹھیک مطلب
سمجھنے میں صرف انہیں لوگوں کو وقت پڑتی ہے جو اُس مصمم قوت ارادی
(ایشور) کو نہیں جانتے ہیں۔ جو اولیوشن (ترقی) کے واسطے کام
کر رہی ہے۔ اُسکو سمجھنا ویسا ہی مشکل ہے جیسا کہ انسانی زندگی کا
کیونکہ ایشور دونوں میں ہے۔

ساتواں باب

شراوہ

ہندو لڑکے اکثر سوال کرتے ہیں کہ شراوہ کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ ہم کیوں شراوہ کریں۔ اس کتاب میں ان سوالوں کا بھی جواب دینا مناسب ہوگا۔

اول یہ ذہن نشین کر لیں اچھا ہوگا کہ جو روحین (جیو) اس دنیا سے گذر کر دوسری دنیا میں چلی گئی ہیں۔ انکو مدد دینے کا طریقہ سب جگہ جاری ہے یہاں تک کہ وحشی قوموں نے بھی اس فرض کے خیال کو نہیں چھوڑا ہے۔ وہ اپنے بھنڈے طریقہ میں اس فرض کو یوں داکرتے ہیں کہ وہ یا تو مردہ جسم کے ساتھ اسکی قیمتی چیزیں اور ہتھیار دفن کر دیتے ہیں۔ یا اسکے گھوڑے یا کتے کو جسکو وہ عزیز

رکھتا تھا اُسی وقت مار ڈالتے ہیں۔ اُنکا خیال یہ ہے کہ یہ چیزیں نہ لو
کے ساتھ جاتی ہیں اور وہاں اُسکا وہی کام کرتی ہیں۔ جو اس بنیامین شایستہ
قوموں میں یہ فرض زیادہ معقول اور موثر طریقہ میں انجام دیا جاتا ہے۔ یعنی
اُسکے واسطے رسوم مقرر کئے ہیں دعائیں پڑھتے ہیں اور منتر جسمیں خاص
قسم کی طاقت ہوتی ہے استعمال کیے جاتے ہیں۔

آتش پرست ہمیشہ مرنے کے واسطے دعائیں پڑھتے ہیں اُسکے
ساتھ غلہ و کپڑہ وغیرہ بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ لیکن اس تقسیم کے جو صلی اغرض
تھے وہ اب نظر انداز ہو گئے ہیں۔ یہ چیزیں تو صرف اُسی کو دی جاسکتی
ہیں جو مادی جسم رکھتا ہے اور جس نے مادی جسم چھوڑ دیا ہے اُسکے
واسطے یہ چیزیں بالکل بیکار ہیں۔ پرانا رواج یہ تھا کہ مردوں کے واسطے
دعا کرنے کے وقت اُسکی یادگار میں ہر قسم کی کار آمد چیزیں تقسیم کی جاتی
تھیں۔ اُسکا منشا یہ تھا کہ مرنے والے کے عزیز و اقارب کے ساتھ وہ
لوگ بھی شریک ہوں جو یہ چیزیں پاتے ہیں اور چونکہ وہ ان چیزوں کے
پانے کی وجہ سے ممنون و مشکور ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ بھی مرنے
والے کے عزیز و اقارب کے ساتھ ملکر اُسکے واسطے نیک خیالات پیدا

کرتے ہیں۔ جو دوسری دنیا میں جا کر مرے کو بہت مدد دیتے ہیں۔ بڑھ
 مت! لون میں بھی اس قسم کے رسوم پائے جاتے ہیں۔ اور حال میں
 جاپان کے شنتو بڑھ لوگوں نے، ان لوگوں کے واسطے جو جاپان
 اور روس کی لڑائی میں مارے گئے۔ دعا مانگنے کی غرض سے جو عجم
 کی تھی اُس میں امیر البحر ٹوٹے نہایت محبت و شکر گزار ہی کے لہجہ میں
 شہیدان جنگ کا ذکر کیا۔ اُنکو کامل یقین تھا کہ انکے محبت بھرے ہتھے
 خیالات اُن لوگوں کو دوسری دنیا میں مدد دیں گے۔

کٹر پڑھنٹوں کو چھوڑ کر بقیہ کل عیسائی فرقوں میں مردوں کے
 واسطے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اُسکے واسطے رسمیں معین ہیں پونا
 اور روم کے عیسائیوں میں جو پرانے عیسائی مذہب کے قائم مقام ہیں
 مردوں کے واسطے اس قسم کی رسمیں ہوتی ہیں جنکو ماس (Mass) کہتے ہیں۔
 یہ جموں والا کلمہ ہندوؤں کے شرادھ کی طرح پر ہوتے ہیں۔
 وہاں خاص طاقت کے الفاظ اور اشارات سے کام لیا جاتا ہے اور
 روٹی پانی و شراب استعمال کی جاتی ہے۔ چرچ آف انگلینڈ کے ایک فرقہ
 نے جسکو ہائی چرچ High church کا فرقہ کہتے ہیں۔ اس

مقابل تعظیم اور عقیدہ رسم کو قائم رکھا ہے لیکن دوسرے فرقے والے جو
 لوچرچ Low-church کا فرقہ کہتے ہیں۔ اس رسم کو محض عقائد
 کہتے ہیں۔ Non-Confessionist فرقہ کے لوگ بھی Low-church
 والوں سے اتفاق کرتے ہیں اور ان رسموں کو محض فضول خیال کرتے
 ہیں۔ یہ آخر الذکر فرقوں کے خیالات اُس مقابلے کا نتیجہ ہیں جو زمانہ حال کے
 ناواقف لوگوں نے عالم باطن کے واقعات کے خلاف کیا
 ہے۔ لیکن یہ مقابلہ اب فتنہ رفتہ کم ہوتا جاتا ہے۔

ہندوؤں کا شرادھ بھی اس قسم کی ایک رسم ہے لیکن فرق اتنا
 ہے کہ شرادھ ایک سلسل اور مکمل رسم ہے اور دوسرے مذہبوں کی
 رسمیں اس قدر کامل نہیں ہیں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ اکثر ہندو اپنے
 رسومات کے اصل اصول کو نہیں جانتے ہیں اور جب نیکے ذہین بچے
 اس قسم کے سوال کر بیٹھتے ہیں تو وہ انکا کافی جواب نہیں دے سکتے۔
 جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بچے اپنے مذہب کے معقولیہ پر شک
 کرنے لگتے ہیں۔

اب یہ کہ اس امر کے سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے کہ مرنے کے

بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب ہم یہ سمجھ جائیں گے تو ہم کو اس امر کے سمجھنے میں کچھ وقت نہیں ہوگی کہ نثر ادھ کمان تک عقل کے مطابق ہے اور اُس سے کیا فائدہ ہے۔

جب انسان مرتا ہے تو وہ مادی جسم سے علیحدہ ہوتا ہے اس جسم کو اُن کے کوش کتے ہیں۔ یہ اُن یعنی غلہ سے بنتا ہے۔ بقیہ چار جسم اُس کے باقی رہتے ہیں اور اس مادی جسم کو چھوڑنے کے بعد اُس کا باہری جسم پرانے کوش ہوتا ہے۔ یہ جسم اُن قوتوں کا بنا ہوا ہوتا ہے جن کو مجموعی طور سے پرانے کتے ہیں اور جن کی وجہ سے انسان کی زندگی قائم رہتی ہے۔ یہ پرانے یا قوتیں اس دنیا کے نہایت ہی رکیک مادی میں کام کرتی ہیں۔ اُس مانے کو حال کی سائنس میں ابھرتے ہیں۔ اسوجہ اس جسم کا نام انگریزی زبان میں *Double Entity* یا *Double Entity* رکھا گیا ہے۔ انسان اس جسم میں عرصہ تک رہتا ہے۔ یہ جسم چار جسموں کے مادی دنیا کے مادی کا بنا ہوا ہوتا ہے اور وہ انسان کے اندر نہیں رہتا وہ ان میں سے پھرتا ہے جہاں وہ اپنے مادی جسم میں رہ کر جاتا تھا۔ ہندوؤں میں مرشے کے

جاتے ہیں۔ یہ طریقہ نہایت عمدہ ہے کیونکہ اگر مردہ جلاویا جاتا ہے تو مذکورہ بالا لطیف جسم یا پرانے کو ش بہت جلد شکست ہو جاتا ہے۔ ایک ہی حالت اس میں دیر ہونے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب انسان دنیاوی چیزوں کی جانب بہت زیادہ مائل ہوتا ہے تو اس کی محبت اس کو ان چیزوں کی طرف کھینچتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ میں انھیں میں رہوں۔ اس لیے وہ بہت زور مارتا ہے کہ اس کا یہ جسم قائم ہے۔ ایسے شخص کے پرانے کو ش شکست ہونے میں کس قدر دیر لگتی ہے۔ لیکن جب مردہ جسم گاڑ دیے جاتے ہیں تو اس حالت میں پرانے کو ش بہت دیر میں شکست ہوتا ہے۔ اس حالت میں عموماً اتنی ہی دیر لگتی ہے جتنی کہ کثیف یا مادی جسم کے رطبت سے گھنے میں لگتی ہے۔ پرانے کو ش (لطیف جسم) کے شکست ہونے کے بعد جو باہری جسم ہوتا ہے اس کو منوے کو ش کہتے ہیں۔ یہ انسان کے خیالات خواہشات جذبات نفسانی اور جوشش دل کا نیا ہوتا ہے۔ اس جسم کے مذکورہ بالا مادے کی از سر نو ترتیب کی جاتی ہے۔ جو کثیف مادہ ہوتا ہے یعنی جو خیالات اور خواہشات بالکل دنیاوی چیزوں سے متعلق ہیں۔ اور خود غرضی کی وجہ سے پیدا ہوتے

ہیں وہ اوپر رکھے جاتے ہیں۔ اس طرح پرجو جسم طیار ہوتا ہے اُسکو کام روپ کہتے ہیں۔ جب تک انسان اس کام روپ میں رہتا ہے اُسکو پربت کہتے ہیں۔ اور وہ پربت لوک میں رہتا ہے اس جسم کے شکست ہو جانے کے بعد جو جسم رہ جاتا ہے اُسکو منوے کوں کہتے ہیں اس نوبت پر انسان پتر کے درجہ میں شمار ہونے لگتا ہے اور وہ پتر ہی لوک میں رہتا ہے کچھ عرصے کے بعد یہ جسم بھی شکست ہو جاتا ہے اور شکست ہونے پر جو جسم رہ جاتا ہے وہ منوے کوں کے از حد رکیکل جزا سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ اس حالت میں انسان سورگ لوک یعنی بہشت میں پہنچتا ہے۔ جب انسان سوگ لوک میں پہنچتا ہے۔ تب شرادھ سے اُسکو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور

آٹھواں باب

شروع

یہ بیان ہو چکا ہے کہ موت کے وقت انسان اپنے مادی جسم
 ان کے کوش کو چھوڑ کر بقیہ چار جسموں میں رہتا ہے۔ اب یہ کہنا ہے کہ
 اس جسم کا جسکو چھوڑ کر انسان چلا جاتا ہے کیا کیا جاتا ہے۔ مرنے کے
 بعد اس جسم کو نہلاتے ہیں اور اسکو کپڑے میں لپیٹ کر مردہ جلانے کے
 لکھاٹ پر لیجاتے ہیں اور راستہ میں جتنے لوگ مردہ کے ساتھ جاتے ہیں۔
 آواز بلند رام رام سیتا رام کہتے جاتے ہیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ جب
 آواز منہ سے نکلتی ہے تو ہوا میں ایک قسم کی لہرین پیدا ہوتی ہیں اور
 اور ان لہروں کے ذریعہ سے ایک شخص کے منہ کی آواز دوسرے کے
 کانوں میں پہنچتی ہے۔ رام رام سیتا رام مردہ کے ساتھ اس لیے

کہا جاتا ہے کہ اس مبتکر نام کو باواز بلند لینے سے ہوا میں لہرین
 پیدا ہوں جو مردہ جسم کے گرد بطور محافظہ کے کام کریں گھاٹ پر جو تہین
 ادا کی جاتی ہیں انہیں مبتکر منتر ٹپے جاتے ہیں۔ جنکے ذریعہ سے جانے
 والی روح سے مخاطب ہو کر یہ کہا جاتا ہے کہ اب تم قدیم راستہ پر جاؤ جہاں
 مہلے اور مورث گئے ہیں۔ اب تم اس بیکار جسم کے پاس جسکو تم نے
 علیحدہ کر دیا ہے مت ٹھہرو۔ ان منتروں سے بھی ارد گرد کی ہوا اسی
 طاقتور لہروں سے بھر جاتی ہے جو اسکی حفاظت کرتے ہیں اور اسکے
 دل میں سکون پیدا کر دیتے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پرانے کوش
 یعنی لطیف جسم ڈھیلہ ہو کر بالکل شکست ہو جاتا ہے اور اب اسکا باہر
 جسم منومی کوش رہ جاتا ہے۔ اُسکے بعد اُسکو وہ سب عمل برباشت
 کرنا ہوتے ہیں جن سے وہ دنیاوی آلائش سے پاک کیا جاتا ہے یعنی
 اس نوبت پر وہ پریت کے درجہ میں ہے اور اُسکا مسکن پریت لوکی تکر
 مگر اس دنیا میں اُسنے نیکی کی زندگی نہیں بسر کی ہے تو جو تجربات اُسکو
 پریت لوک میں ہون گے وہ تکلیف دہ اور پریشان کنیوالے ہوں گے
 اُسوقت کے واسطے جو شرادھ کیا جاتا ہے اُسکو اکیڈسٹ شرادھ

کہتے ہیں۔ ان شرادھوں کے ذریعے سے جانے والی روح کو دو طرح پر
 مدد ہوتی ہے ایک تو اسکو منوسے کوش کے اجزاء کو از سر نو ترتیب دینے
 میں مدد ملتی ہے۔ یہ ترتیب اس طرح پر ہوتی ہے کہ اس جسم کے کثیف
 اجزاء باہر ہی سطح پر لائے جاتے ہیں تاکہ وہ بہت جلد خارج کیے جا سکیں
 اور دوسرے ان اجزاء کے خارج کرنے میں مدد ہوتی ہے۔ اسوقت
 جو منتر پڑھے جاتے ہیں اسکا یہ مطلب ہے کہ وہ پاک ہو جائیں۔ ان
 منتروں کے ذریعے سے ہمارے گرد کے لطیف مادہ میں ایسی لہریں پیدا
 ہوتی ہیں جو پریت کے جسم سے جا لٹکراتے ہیں اور اس طرح پر پریت کا
 جسم جلد شکست ہو جاتا ہے۔ منتر پڑھ کر جو باقی ڈالا جاتا ہے اس میں ایک
 مقناطیسی قوت پیدا ہو جاتی ہے جس سے ایک قسم کی مقناطیسی مدد
 پریت کو اپنا جسم شکست کرنے میں ملتی ہے۔ پریت اپنے اُن عزیزوں
 اور رشتہ داروں کے پاس آتا ہے جو اسکو اس طرح پر مدد دیتے ہیں اور کٹکے
 ہمدردانہ خیالات کو اور اس قسم کے کام کو جو وہ روح کو پریت کے
 جسم سے آزاد کرنے کے واسطے کرتے ہیں۔ دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور
 اپنے ارادہ کو مضبوط کرتا ہے۔ یہ رسم ایک سال تک لایا کی جاتی ہے۔

ان رسوم کے آخری رسم کا نام پینڈنی کرن ہے۔ اس رسم کے
 ادا ہونے کے بعد پریت اپنے جسم کو چھوڑ کر تریون میں شامل ہوتا ہے
 اور اسکا مسکن تیری لوک ہو جاتا ہے۔ اُس رسم کے ادا کرنے کا طریقہ
 یہ ہے کہ مٹی کے پیالوں میں پانی اور خوشبودار چیزیں اور تل بھر رکھتے ہیں
 اور پیالوں میں منتر پڑھ کر پانی ڈالتے ہیں اور چونکہ پریت کا منوس کوٹش
 اس قدر صاف ہو جاتا ہے کہ وہ اور زیادہ لطیف مادہ میں جاسکے اس
 لیے وہ تریلوک میں چلا جاتا ہے یہاں بھی اُسکے عزیز اقارب اور دوست
 و اجباب سکود وہو پنچا سکتے ہیں جس سے اُسکے منوس کوٹش کی اور
 زیادہ صفائی ہو سکے۔ یہاں تک کہ اُسکے منوس کوٹش میں کوئی خیر سی
 نہ رہ جائے جو اُسکے ساتھ سورگ لوک میں نہ جاسکے۔ مذکورہ بالا رسوم کے
 ادا کرنے کے ساتھ برہمنوں کو کھلایا جاتا ہے۔ اور دوسرے قسم کی خیرات
 بھی کی جاتی ہے۔ اسکی غرض یہ ہے کہ وہ لوگ بھی مہرمان خاندان کے
 ساتھ ملکر اُس لوح کے واسطے دعا کریں اور اُسکود وہو پنچائیں۔ اسوج
 سے اصل رکھا گیا ہے کہ ان موقعوں پر پڑھے اور عالم لوگوں کو کھلانا چاہیے
 کیونکہ جو لوگ جاہل ہیں اور موت کے بعد کی حالتوں سے بالکل ناواقف ہیں

وہ اپنے خیالات اور اپنے ارادوں کو ٹھیک طور سے کام میں نہیں لا
 سکتے ہیں۔ اس لیے وہ کوئی مشورہ نہیں پہنچا سکتے مہا بھارت میں
 حکم ہے کہ ان موقعوں پر صرف ایسے لوگوں کو بلانا چاہیے جو وید و دھرم
 شاستر پران۔ بھاس اور ودیا کرن کے قواعد کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ جو
 شاستروں کے اصولوں پر پورے طور سے عمل کرتے ہیں۔ موکش کی
 ودیا کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور جو ستا وریوگ کے پری ہیں۔ ہوشیار
 آدمی کو چاہیے کہ سزا دھرم میں بلانے سے قبل وہ ان برہمنوں کا جنکو
 وہ بلانا چاہتا ہے امتحان لے لے۔ (انوشاس پر د)

شراوہ کے منطق جو رسوم ہیں وہ مذکورہ بالا خیالات پر مبنی ہیں
 علم باطن (گپت ودیا) کے جملہ ماہرین ان خیالات کو صحیح جانتے ہیں
 انکا غرض جیسا اوپر بیان ہوا ہے یہی ہے۔ کہ ان کے ذریعہ سے پس
 ماندگان ان رسوم کو مدد دیں۔ پچائیں جنہوں نے دوسری دنیا کا غم
 سفر کیا ہے۔ تاکہ وہ سب سولگ لوک میں جلد پہنچ جائیں۔
 یاد رکھنا چاہیے کہ جو لوگ اس دنیا میں ان رسوم کو دیکھنے کے

عادی تھے اور امید کرتے تھے کہ مرنے پر انکو بھی اسی قسم کی مدد دی جائیگی۔ اگر مرنے کے بعد انکو امید کی ہوئی مدد نہیں ملیگی۔ تو وہ مغموم اور مایوس ہون گے۔

واضح رہے کہ ہمارے دوست جو دوسری دنیا کو چلے گئے ہیں۔ وہ ہمارے خیالات اور محسوسات کو جانتے ہیں اور ان پر ان کا اثر پڑتا ہے۔ پس ہمکو ضرور انکی واجب مدد کرنا چاہیے۔ اور جب ہر پریت لوک سے نکل کر تیری لوک میں پہنچیں گے تو وہ بھی اُسکے عوض میں ہمکو مدد دیں گے۔

نوان باب

ہندو مذہب سائنٹیفک مذہب ہے

(اس باب میں اور بعد کے بابوں میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہندو مذہب کے کل مسائل کی تصدیق زمانہ حال کے سائنس کے تجربات اور مشاہدات سے ہو رہی ہے۔ پس ہندو مذہب و سائنس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ عوام کا خیال ہے۔ مترجم)

یورپ میں سو لھویں صدی سے جولڈائی سائنس اور مذہب کے درمیان چل رہی ہے اُس میں مذہب و زبرد شکست کھاتا جاتا تھا۔ لیکن حال میں اُسکو ایک وحانی قوت ملی ہے جسکو تھیاسوفی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ تھیاسوفی نے اُن اصولوں اور سچائیوں کو بظہرِ ظاہر کیا ہے۔ جنگلوں کو بھول گئے تھے اور اس طرح پُر اُس نے مذہب کو

طاقت پہونچائی ہے اور سائنس کی آنکھ کھول دی کہ ابھی اُس کو
نئے نئے خطوں میں فتح حاصل کرنا ہے۔ ابتدائی زمانے میں مغرب میں
علم باطن (رگیت و دیا) کے جانتے والوں کو بدنام کیا گیا کہ وہ کافرو
و ہوکے باز ہیں اور اُنکو نکال یا ہر کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ مغربی مذہب محض کتابوں میں رہ گیا۔ جسکو دوسرے انطا
مین یون کہہ سکتے ہیں کہ مذہب کا صرف جسم ہی جسم رہ گیا اور جان بکل
اگئی۔ یہ مردہ مذہب سائنس کے حملوں کو دفع کرنے کی تاب نہ لاسکا
کیونکہ سائنس کے اصول صریحی واقعات پر مبنی تھے اور سائنس اُلے
حقیقت کے دریافت کرنے میں سرگرمی کے ساتھ کوشش کرتے تھے
(اس لیے سائنس میں جان تھی) اس زمانہ میں حکما کا ایک فرقہ پیدا
ہو گیا تھا۔ جو *Deism* کے نام سے مشہور تھا۔ عیسائی لوگ
ان سے نفرت کرتے تھے اور اُنکی ترقی سے ڈرتے تھے۔ اس سے
انھوں نے اپنے یہاں عقیدہ کو عقل پر ترجیح دی اور خیال پھیلایا
کہ مذہب میں عقل اور دلیل کی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں صرف
اندسے عقیدے کا کام ہے۔ جو بتایا جائے اُسی کو مان لینا چاہیے

کیونکہ اُنکا مذہب مردہ ہو گیا تھا۔ وہ اپنے مذہب کے اصولوں کو
 نہیں جانتے تھے اس لیے وہ ڈرتے تھے کہ وہ عقل کے سوالوں کا
 جواب نہیں دے سکیں گے۔ اس سے مذہب میں خرابی پیدا ہو جائیگی۔
 اسکے بعد مور لوگوں نے یورپ کو فتح کیا۔ ان سے بھی عیسائی نفرت
 کرتے تھے اسوجہ سے مذکورہ بالا خیالات کو اور بھی تقویت ہوئی۔ لیکن
 ان خیالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقلمند اور ہوشیار عیسائیوں کے دلوں میں
 عیسائی مذہب کی وقعت جاتی رہی۔ اسکے ساتھ ساتھ لوگوں کے دلوں میں
 ان مظالم کی تکلیف دہ یاد آواز تھی جو مذہب کی آٹین کے جاتی تھیں۔
 نے اسکا فائدہ اٹھایا۔ اور ان مذہبی حکام کے خلاف جن کی نسبت کسی
 چون و چرا کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اپنے جدید دریافت شدہ مسائل
 کی شہرت کرنا شروع کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس قسم کے بہت سے مذہبی حکام
 سائنس کے حلقوں کے سامنے نہ کھڑے ہو سکے اور نظروں سے غائب
 ہو گئے لیکن بہت سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم میں تبدیل ہو گئے۔ جو کہ
 پہلے مستند مافی جا رہے تھے، انکی وقعت رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی۔
 انکے بجائے عالم بالا کے مشاہدات و تجربات سے کام لیا جاتا ہے۔

غرض کہ اب پڑانے زمانے کی تنگ خیالی کے بجائے آزادانہ خیالی پیدا ہو رہی ہے۔ زمانہ حال میں عقل کی فتح ہے اور دنیا کے مختلف مذہبوں سے باور بلند یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ثابت کریں کہ ان کا قائم رہنا جائز ہے اور یہ کہ وہ اعلیٰ درجہ کی شایستگی اور سائنس کے مطابق عمل کرنے والی قوموں کے خیالات کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ عیسائی مذہب کو مغربی ملکوں میں یہ امتحان دینا ہے۔ اور مشرقی ممالک میں ہندو مذہب بودھ مذہب و اسلام کو اس امتحان میں پورا اترنا ہے۔ مذہب کبھی نہیں مرنے والا ہے لیکن مختلف مذاہب مرتے ہیں اور مرنے کے جس مذہب میں یہ قوت نہیں کہ وہ اپنی حالت تبدیل شدہ حالات کے موافق بنا سکے اس میں جان نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک جسم زندہ رہتا ہے اس میں یہ طاقت رہتی ہے کہ وہ حالات کے مطابق اپنے آپ کو کرے اور جب کسی جسم میں یہ طاقت نہیں رہتی ہے تو اس جسم کو زندہ کہا جاتا ہے۔ یہ بھی حال مذہب کا ہے۔ اب تمام بڑے مذہبوں کے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ کیا وہ زمانہ حال کے خیالات کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور آیا اس میں بقدر طاقت موجود ہے کہ وہ اس کو اپنا رنگ دیکر اپنے اصولوں

پابند کرالین۔ اگر انہیں یہ طاقت موجود ہے تو بہتر۔ ورنہ وہ محض سرحدی
 تو دون کا کام دین گے۔ جیسا کہ آسٹریا۔ یونان اور مصر کے مذہب
 نے ہے ہیں۔ اس موقع پر یہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کیا عیسائی
 مذہب زندہ مذہب ہے اور وہ اپنی زندگی قائم رکھ سکتا ہے یا نہیں کیونکہ
 گذشتہ نصف صدی میں اس میں ایسی تیزی کے ساتھ تبدیلیاں آتی ہوئی
 ہیں جنکی وجہ سے وہ اصول قائم رہ گئے جو پندرہ سو برس کی جنگ
 جدل اور خونریزی کے بعد قائم ہوئے تھے۔ اس موقع پر یہ کوئی نیا
 امور پر غور کرنا ہے۔

آریا ہندو مذہب میں یہ طاقت موجود ہے یا نہیں؟ آیا وہ
 ہندوستانی زندگی کا رہنما رہ سکتا ہے جیسا کہ وہ ہزاروں بلکہ لاکھوں
 برس سے ہے۔ آیا وہ جدید ہندوستان کے واسطے جیسے نئی نئی
 قوتیں آگئی ہیں اور جیسے مغربی خیالات سما گئے ہیں۔ قدیم ہندوستان
 کے (جبکہ رشیوں۔ مینوں۔ جوگیوں۔ چھتریوں اور پراو پکار یوں کا
 زمانہ تھا) اصولوں اور سچائیوں کو قائم رکھ سکتا ہے۔ مجھ کو پورا
 یقین ہے کہ ہندو مذہب میں یہ طاقت موجود ہے وہ ہندوستانیوں کے

دلون پر قابو حاصل کر سکتا ہے اور مثل سابق کے آئندہ بھی ہندوستانی زندگی کا رہنما قائم رہ سکتا ہے۔ اُس میں خیالات کی تحریک کرنے اور نفسانی جذبات کو روکنے کی طاقت ہے۔ چونکہ اُسکی بنیاد علم اور عقل پر ہے پس اگر عقل میں ترقی ہو تو اُس سے اُسکو خوف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چونکہ وہ علم روحانیت میں کمال حاصل کر چکا ہے اس لیے وہ روح کے دقیق سے دقیق سوالوں کا جواب دے سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عقل (بدھی) کی ترقی اور فتح سے اُسکو کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہو سکتا بلکہ ہر قسم کی امید قائم ہو سکتی ہے۔

اب ہم یہ دکھائیں گے کہ ہندو مذہب کے زمانہ سابق کے اصول اور مسائل سے کہاں تک مذکورہ بالا بیانات کی صحت ہوتی ہے۔ ہندو مذہب کی بنیاد علم باطن (گپت و دیا) کے جاننے والوں نے ڈالی تھی۔ یہ لوگ قدرت کے مختلف مظاہر سے اور اُسکے کشف اور لطیف دنیاؤں کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ یہ اعلیٰ قابلیت اور واقفیت کے بزرگ مادی زمین کو اور اُسکے پرے جو لطیف دنیاؤں میں اُنکو اور ساتوں بڑے لوگوں اور اُنکے مختلف باشندوں کو

اس طرح جانتے تھے۔ جس طرح عام لوگ اُن چیزوں کو جانتے ہیں۔
 جو روزمرہ انکی نظروں کے سامنے گذرتی ہیں۔ اس لیے وہ انکا بیان
 صاف صاف اور صراحت کے ساتھ کر سکتے تھے۔ اس مانہ میں بھی
 لوگ ایسا کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے لطیف جسم یعنی
 سیکھشم شریں کام کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بزرگ اس مانہ کے
 معمولی لوگوں کی طرح غلطیاں نہیں کرتے تھے۔ مثال کے لیے
 علم طبقات ارض *Geology* کے جدید دریافت کیے ہوئے
 حالات کو بھیجیے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین کڑورون برس سے
 قائم ہے اور انسان کی نسل بہت قدیم ہے۔ خیال کیجیے توان فحاش
 ہندو مذہب کے مسائل کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ باوجود بدیون کے
 اصرار کے کہ زمین اور انسان کی عمر صرف چھ ہزار سال ہے اور اس سے
 ہندو مذہب کی بھی یہی عمر ہے۔ ہندو مذہب اپنے پرانے عقیدوں پر
 قائم رہا اور وہ اس امر کے متعلق یہی تعلیم دیتا رہا کہ یہ سلسلہ لامحدود زمانہ
 سے چلا آتا ہے۔ اسی میں زمانہ کا بیان یوں کیا گیا ہے کہ چار جگ
 ہوتے ہیں جو کڑورون سال کے ہوتے ہیں۔ کھپ چار ارب

تیس کروڑ سال کے ہوتے ہیں۔ اور ظہور کا زمانہ جسکو بہا کا دن کہتے ہیں۔ کستیس پدم دس کھرب چار ارب سال کا ہوتا ہے۔ لارڈ کیلون Lord Kelvin نے پیشتر کیا کہ سورج میں صرف دس کروڑ سال تک گرمی رہ سکتی ہے۔ لیکن اسپر بھی ہندو مذہب اپنے پیرانے عقیدے پر جو اسکو زمانہ گذشتہ کے کامل منجمون سے ملا تھا ٹوٹا رہا۔ اس کے مطابق سورج میں ایک کلپ اور برہما کے ایک دن تک گرمی رہنا چاہیے۔ اور اب ہم دیکھتے ہیں کہ علم کی ترقی کے ساتھ سورج کی عمر کا زمانہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اب سورج کی عمر لارڈ کیلون Lord Kelvin کی ظاہر کی ہوئی عمر سے پچاس گنی زائد بتائی جاتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہندو مذہب میں جو زمانہ کے لامحدود ورون کی تعلیم دی گئی تھی۔ وہ صحیح ہے۔ ناوقت لوگ ان اعداد کو سن کر ہنستے تھے۔ لیکن سچ پوچھیے تو علم کی ترقی سے اس معاملہ میں انھیں کی کرکری ہوئی اور ہندو مذہب کے عقیدہ کا جھٹکا بلند ہوا۔

دسوان باب

ہندو مذہب سائنٹفکٹ مذہب ہے

(اس باب میں سائنس کی اصطلاحیں بہت استعمال کی گئی ہیں۔

اس سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حاصل عام فہم الفاظ میں مختصر طور پر لکھ دیا جائے۔ اس میں بحث یہ ہے کہ آیا وہ طاقت جسکے ذریعہ سے

انسان مختلف کام کرتا ہے اور جسکو جان کہتے ہیں۔ مادی ہے یا روحانی۔

شروع میں سائنس جان کو مادی مانتی تھی اور کہتی تھی کہ انسانی جسم کے

مختلف اعضا جو مختلف کام کرتے ہیں اسی کا نتیجہ جان ہے۔ لیکن

سائنس کے حال کے تجربوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے

جسم کے مختلف اعضا خود نہیں بن گئے۔ بلکہ جو کام وہ اب دیتے ہیں

اس کام کو کرتے کرتے وہ اعضا بنے ہیں۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے

کہ کوئی طاقت ایسی ہے جو جسم انسانی کے باہر ہے اور جو کام کرا کے
 انسانی جسم میں مختلف عضا بناتی ہے۔ یہ طاقت روح ہے اور یہی وہ
 مختلف کام کرتی ہے جس سے مختلف عضا بنتے ہیں۔ پس جان روح کا
 ایک جزو ہے۔ یہی بات ہندو مذہب میں سکھائی گئی ہے۔ (مترجم)
 گذشتہ انیسویں صدی کے پچھلے پچیس سال کے زمانہ میں سائنس
 کی یہ بحث تھی کہ علم روح (Psychology) کی بنیاد علم ترکیب
 اجسام حیوانات و نباتات Physiology پر ہے۔ کیونکہ
 خیال و رجان (جو روح کے کام ہیں) مادہ کی چند خاص ترتیبوں کے
 نتیجے ہیں اور وہ جسمانی حالتوں سے پیدا ہوتے ہیں Karl Vogt
 کا قول ہے ”دماغ سے خیال اُسی طرح پیدا ہوتا ہے جس طرح جگر سے
 صفرا پیدا ہوتا ہے۔“ Virchow کا قول ہے ”میرے خیال
 میں Physiology کے ہر معقول استاد کو بشرطیکہ وہ یہ
 مانتا ہو کہ جان شروع سے نہیں ہے بلکہ پیدا کی گئی ہے۔ یہ ماننا پڑیگا
 کہ جان کیمیائی اور طبیعی قوتوں کے خاص اجتماع کا نتیجہ ہے Haeckel
 کا بیان ہے کہ جان کا تعلق جسم کے اجزا کی کسی خاص ترتیب سے نہیں ہے

ہم پاک ہو جاتے ہیں۔ جسکو یہ محسوس ہو کہ اُسکا دل خشک ہو
 وہ راما میں کے چشمے سے پانی پی کر تر ہو۔ جو شخص کسی عزیز چیز کے
 کھو جانے کی وجہ سے مغموم ہو تو راما میں پڑھنے سے اُس کا غم دور
 ہو جائے گا اور اُسکو معلوم ہو گا کہ تمام قدرت اُس کے ساتھ
 ہمدردی کر رہی ہے۔ جس نے بہت محنت کی ہے وہ اُسکو پڑھ کر
 آرام حاصل کرے۔ انسان ہمیشہ کام نہیں کر سکتا ہے اُس کو
 ضرورت ہے کہ ہر سال آرام کرے اور اُن جاری چشموں کے
 پاس جا کر اپنے آپ کو تازہ کرے جنہیں دائمی تازگی کا خزانہ ہے
 یہ چشمے ہمکو بجز اپنی نسل کے گوارے کے اور کہاں مل سکتے ہیں
 یہ اُن متبرک پہاڑوں کی چوٹیوں پر مل سکتے ہیں جہاں سے ایک
 جانب تو گنگا اور انڈس نکلی ہے اور دوسری جانب فارس کے
 دریا بہتے ہیں۔ مغرب میں ہر چیز تنگ ہے۔ یونان ایسا چھوٹا
 ہے کہ اُس میں میرا دم کھٹا ہے۔ *معدنہ اسقدر خشک ہے*
 کہ وہاں میں ہانپنے لگتا ہوں۔ اب ایشیا کی جانب اپنی نظر ڈالتا
 ہوں وہاں محجوب ایک ایسی لامحدود نظم منتی ہے جو بحر ہند کے

برابر وسیع ہے۔ یہ ایسی خدائی کتاب ہے جس میں سب سُر ملے ہیں
کوئی چیز کان کو کھٹکتی نہیں ہے یہاں شانتی ہی شانتی ہے اور
اُس لڑائی کے درمیان میں جس کا وہاں ذکر ہے ہلکے بے حد سربلی
آوازیں سنائی پڑتی ہیں۔ ایک لا محدود اخوت (بھائی بھائی)
دکھائی پڑتی ہے جو اپنے احاطہ میں ہر ذی روح چیز کو شامل کرتی
ہے۔ ایک سمندر نظر آتا ہے جس میں نہ تہ ہے اور نہ جس کا کنارہ ہے
مگر جو محبت۔ رحم اور شفقت سے بھرا ہوا ہے۔ مجھ کو وہ چیز مل گئی جسکی
مجھ کو تلاش تھی یعنی نیکی کی خجیل۔ اے عظیم الشان نظم اب مجھ کو اپنے
آغوش میں لے۔ اے دودھ کے سمندر مجھ کو غوطہ لگانے کی اجازت
دے۔ اس کل نظم کا ابھی حال میں ترجمہ ہوا ہے اب تک اُس کا
کوئی بے ربط حصہ یا کوئی ایسا قصہ جو بعد کو ملا دیا گیا ہو اور جو اُسکے
منشا کے بالکل خلاف ہو پڑ بکر اُس پر اسے قائم کی جاتی تھی لیکن
اب کل کتاب سامنے ہے۔ اُسکی عظمت کو دیکھ کر یہ آسانی سمجھ میں
آتا ہے کہ اُس کا آخری مولف کوئی بھی ہو لیکن وہ ہندوستان
کے نشوونما کا قصہ ہے اور اُس کے دور و دراز زماؤں کا سرمایہ ہے

شاید دو ہزار سال کے عرصہ میں ہندوؤں نے رام این کو ان اشلو کو
اور راگوں میں ظاہر کیا جواب اس نظم میں پاسے جاتے ہیں۔ اور
گزشتہ دو ہزار سال سے وہ عام فہم ناٹکوں میں کھیل کر دکھائے
جاتے تھے اور اب بھی بڑے بڑے قومی تہواروں کے موقعوں
پر وہ کھیلے جاتے ہیں۔ جو ذیل کی باتوں کا بھی ذکر ہے۔

وہ محض نظم ہی نظم نہیں ہے۔ وہ ایک قسم کی بائبل ہے
جس میں متبرک روایات کے ساتھ قدرت۔ سوسائٹی۔ فنون ہنرستان
کے منظر۔ سبزہ زار۔ جانور اور سال کی تبدیلی مع مختلف سموں کی بیان لکھنی
ہیں جس طرح الیڈ پر اسے زنی کیجاتی ہے اس طرح اس نظم پر اے
زنی نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ یونان کی نکتہ چینیوں نے ہومر کی
نظموں میں اصلاح دی ہے اور آئین تبدیل بیان کی ہیں لیکن اس
نظم میں اس قسم کی کوئی دست اندازی نہیں ہوئی ہے۔ اس کا
ثبوت یون ملتا ہے کہ آئین ایک ہی بات بار بار دہرائی گئی
ہے۔ ایک ہی قسم کے بیانات دو دو تین تین مرتبہ اور کبھی کبھی
اس سے بھی زیادہ مرتبہ تحریر کئے گئے ہیں۔ اس کا پتہ ان اضافوں

بھی چلتا ہے جو اُسٹمین مختلف اوقات میں گئے گئے ہیں۔ اس
 نظم میں ہکولیسے پُرانے واقعات ملتے ہیں جو ہکولہندوستان
 کے ابتدائی زمانہ کا پتہ دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اسکے ایسی چیزیں
 بھی پائی جاتی ہیں جو حال کے زمانہ کی معلوم ہوتی ہیں اور انہیں ایسی
 مٹھاس اور نزاکت پائی جاتی ہے جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ
 وہ اُٹلی کی چیزیں ہیں اس نظم کی ترتیب میں وہ خوبی نہیں پائی جاتی
 ہے جو مغرب کے انشا پر داری کی تصنیفوں میں پائی جاتی ہے کسی
 نے اُس کی ترتیب دینے کی تکلیف کو گوارہ نہ کیا۔ ہر شخص کا خیال
 وحدت پر گیا گو اُسٹمین مختلف واقعات بیان کئے گئے ہیں اور مختلف
 ساخون کا ذکر ہے لیکن یہ سب مل کر ایک ایسی موافقت پیدا کرتے
 ہیں جہیں مختلف درجوں کے کیا بلکہ مختلف قسموں کے بھی راگ مل کر
 ایک ہو جاتے ہیں۔ جس طرح جنگل اور پہاڑ میں مختلف طرح کے منظر
 دکھائی دیتے ہیں لیکن دیکھنے والا ان مختلف منظروں کو ملا کر مجموعی
 طور سے ایک جنگل یا پہاڑ دیکھتا ہے وہی حال اس نظم کے پڑھنے
 والوں کا ہے۔ بڑے بڑے درختوں کے نیچے چوٹے چوٹے درخت

ننھے ننھے پودے اُگے ہوئے ہیں اور وہ بڑے درخت اُن پر
 اپنے پہول برساتے ہیں اور یہ سبزہ زار جان سے ہر اہر معلوم ہوتا
 ہے۔ بڑے درختوں کے اوپر سیکڑوں رنگ اور قسموں کی چڑیاں
 اُڑ رہی ہیں اور اُن پر بیٹھ کر اپنے پر چھڑاتی ہیں۔ لہذا شاخوں پر
 کودتی پھرتی ہیں۔ اور کبھی کبھی خوش اداغزال اُنکے نیچے آجاتے ہیں
 کیا یہ بیان بالکل بے جوڑ اور گڑبڑ ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ چیزیں مختلف
 ہیں لیکن اُنہیں موافقت ہے اس لئے وہ سب مل کر ایک مجموعی
 خوبصورتی پیدا کرتی ہیں۔ شام کے وقت جبکہ سورج اپنی تیز روشنی کو
 انگامین ٹھنڈا کرتا ہے۔ جبکہ تمام جانداروں کا شور بند ہو کر سُن سان کا
 عالم ہو جاتا ہے اس وقت جنگل کے دامن میں مذکورہ بالا زندگی کا منظر
 دکھائی پڑتا ہے جو بظاہر اس قدر مختلف اجزا سے مرکب ہے لیکن وہ
 اجزا شفق کے ٹھنڈے سکون میں اس طرح پر اتفاق کے ساتھ ملے ہوئے
 ہیں کہ سب ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور سب مل کر ایک
 راگ گاتے ہیں۔ ایک مشترک راگ پیدا ہوتا ہے۔ یہ را مین ہے۔
 اُوم شانتی۔ اُوم شانتی۔ اُوم شانتی

تھیوزائفیکل سوسائٹی کے

متعلق اطلاق عام

غرض تھیوزائفیکل سوسائٹی کے قائم ہونے کی یہ ہے کہ (۱) قائم کیا جائے ایک مرکز یونیورسل برادر ہڈ انسانیت کا بلا لحاظ رنگ یا نسل یا استری یا پریش کے یعنی ایک مرکز جس پر جمع ہو کر کل انسان یہ سمجھیں کہ ساری نوع انسان کے فائدے ایک ہیں۔

(۲) تحقیقات کرنا۔ اور تحقیقات میں مدد کرنا۔ آریون اوڈ دیگر مشرقی قوموں کے علوم اور مذاہب اور فلسفوں کی اور انکی تحقیقات کے نتائج کو پھیلانا۔

(۴۴) قدرت اور انسان کی مخفی قوتوں کی تحقیقات کرنا اور ان کے نتائج کو پھیلانا۔

یہ سوسائٹی کسی کے مذہب میں دخل نہیں دیتی۔ نہ کسی فرقہ کے علمی رسم و رواج سے کچھ مطلب رکھتی ہے۔ صرف تحقیقات کرنا اور ہر ایک امر کی آزادانہ بحث کرنا اس کا کام ہے۔ اسے کی آزادی کا اس سوسائٹی کے ممبر کو اختیار ہے۔

اس سوسائٹی کے ممبروں کو کسی استاد یا گرو کی کوئی خاص بات ماننی فرض نہیں ہے اس کا مقولہ یہ ہے کہ ”سچ سے بڑا کوئی دھرم نہیں ہے“

ہر ایک مذہب اور ہر ایک ملت کے آدمی اس سوسائٹی میں شامل ہیں اور ہر ایک مذہب اور ہر قسم کے علم کی تحقیقات کرتے ہیں۔ اس سوسائٹی نے بعدِ مدت اُس فلسفہ کا ظہور کیا ہے جو مذہب اور دھرم کی علمی بنیاد ثابت کرتا ہے۔ ہر ایک مرد یا عورت جو سوسائٹی کی غرض پورا کرنے میں کسی قسم کی مدد دینا چاہتا ہو اُس کا ممبر ہو سکتا ہے۔ پریزیڈنٹ، تھیوزوفیکل سوسائٹی یا کسی براچ

سوسائٹی کے ریزیدنٹ یا جنرل سکرٹری کی طرف تھیموز افیکل
 سوسائٹی اڈیا رنڈارس کے پاس درخواست بھیجی جاتی ہے
 اگر کوئی نابالغ ہو تو وہ باجارت اپنے ولی جائز کے ممبر ہو سکتا ہے
 اور زیادہ حال دریافت سے معلوم ہو سکتا ہے۔

دقمرشرق سے یہ کتابیں مل سکتی ہیں

(محصول خریدار کے ذمے رہیگا)

نام کتاب	نام منصف یا ترجم	قیمت	نام کتاب	نام منصف یا ترجم	قیمت
الاسلام	علامہ عباسی	سے	صاحبزادہ ڈیٹھی کلکٹر		۰
تاریخ اسلام	علامہ عباسی	سے	مترجمہ حکیم برہم		سعر
نشر سخن	علامہ عباسی	عام	حکیم برہم		عمر
زادہ	علامہ عباسی	عمر	حکیم برہم		۱۸
المجاہد	علامہ عباسی	عمر	حکیم برہم		۱۸
اکٹ لنگان	مسترجد ہیا دس	عام	حکیم برہم		۱۲
نمبر ۱۹۱۶	بیرٹراٹ لا	عام	حکیم برہم		۱۲
ارشاد	مولوی قاضی سید	۳۲	حکیم برہم		۱۲
ہند آئر	غزیر الدین احمد	۰	حکیم برہم		۱۲
			انقاد ترجمہ		
			غبطہ الناطق		

حق

المش

منیجر مشرق گورکھپو